# حدیقۂ عمر

حدیقہ عمر




گلدستہ محمدی
نزد مدرسہ محمدیہ سرگودھا


امداد

سلسلہ معارفِ اسلام ۲۴

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝

بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است ٭ پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است
نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت ٭ سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت (اقبال)

بعونِ خلاقِ علام دریں زمان سعادت انجام مفیدِ شیخ و شاب کتاب مستطاب

# احیائے اسلام

در
ذکرِ شہادتِ حضرت امام حسین علیہ السلام
المعروف بہ

# حدیقۂ غم

باغ

از نتائجِ فکرِ بلند سیادت پناہ نجابت دستگاہ سلطان الذاکرین خوش نوا فخرِ شعراء اذکیا جناب آغا سید امداد علی صاحب بالقابہ

حسب فرمائش ادارہ معارفِ اسلام۔ ڈبی بازار۔ لاہور طبع شد

# فہرست

# گذارش احوال واقعی

ایک زمانہ ہوا کہ نواب محمد علی خاں صاحب قزلباش مرحوم سے بعض موقر مسلم اخبارات کے ایڈیٹروں نے شکایت کی کہ حسین علیہ السلام جن کی شخصیت بہت بلند و ارفع ہے۔ ان کے متعلق بعض بے علم اور ناواقف شیعہ نوحہ گو غلط اور بہت رکیک روایات منظوم کرتے ہیں جن سے ہمیں بہت گونہ صدمہ ہوتا ہے۔ آپ ایسے مواد کو روکیں ورنہ ہم مجبوراً اپنے اخبارات میں ان کے خلاف قلم اٹھائیں گے۔ جس سے خواہ مخواہ بدمزگی پیدا ہوگی۔ ادھر حضرت جوش ملیح آبادی نے بھی اپنی نظموں میں تاجر روضہ خوانوں اور واعظوں کے خلاف سلسلہ جنبانی کی۔ ان حالات سے متاثر اور مجبور ہو کر راقم الحروف نے صحیح واقعات کربلا کی مستند کتابوں میں تلاش شروع کی اور اکثر جید علمائے مذہب شیعہ سے وقتاً فوقتاً مشورہ بھی لیا چنانچہ میں نے سب سے پہلے حر شہید کی شہادت کے متعلق جو شہدائے کربلا میں پہلے شہید ہیں تبرکاً و تیمناً چند اشعار موزوں کئے۔ چند سال ہوئے کہ حسن اتفاق سے میری ایک مجلس میں سر مراتب علی شاہ بالقابہ تشریف لے آئے۔ میں نے اس مجلس میں حر شہید کی شہادت کے وہ بند بھی پڑھے جنہیں سن کر شاہ صاحب موصوف کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ آپ صحیح واقعات کربلا منظوم کر کے ضرور شائع کرائیں۔ ان کے اس ارشاد سے میری بیحد حوصلہ افزائی ہوئی اور میں نے باوجود ضعیفی اور پیری کے اس کی تکمیل پر کمر ہمت باندھ لی۔ خدا کا شکر ہے کہ آج وہی مرثیہ مکمل صورت میں ناظرین کے پیش نظر ہو رہا ہے۔ اگرچہ میری پیری اور اس سے باعث قویٰ کا اضمحلال اس مرثیے کی راہ تکمیل میں بہت بڑا روڑا تھا۔ مگر میرے بعض مخلص احباب نے زور دیا نیز ضعیفی اور دیگر حالات کا مشاہدہ و موازنہ کر کے مرثیہ مذاق تکمیل میں جو امداد کی

وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے ان کے حل میں سعی بلیغ اور پوری پوری امداد فرمائی ان حضرات میں سے ڈاکٹر محمد رضا مرزا صاحب ہمدانی ایم۔ بی بی۔ ایس میرے عزیز آغا سید علی رضا صاحب رضوی اصفوی ستلج کاٹن ملز اوکاڑہ میرے شاگرد سید احمد شاہ ذاکر موسوی۔ سید واجد علی شاہ صاحب ایڈووکیٹ لاہور اور میرے محب مکرم ڈاکٹر الطاف حسین صاحب ہومیوپیتھک و مالک پنجاب پیپر سٹورز گنپت روڈ لاہور خاص شکریئے اور اجر کے مستحق ہیں۔ لیکن موخر الذکر ممدوح نے اس مرثیے کی اشاعت کے لئے سب سے پہلے بہترین کاغذ کی تلاش۔ خوش خط کتابت اور عمدہ طباعت میں جس انہماک اور کوشش کا مظاہرہ فرمایا اس کے شکریے کے اظہار کو الفاظ احاطہ نہیں کر سکتے۔ خدائے عزوجل ان کو بلیات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھے۔ اور ان کے کاروبار میں روز افزوں ترقی فرمائے۔ یہ صحیح ہے کہ حدیقۂ غم کا مؤلف یہ ہیچمداں ہے لیکن اس کی تالیف و تصنیف میں ایک نقاد و استاذ زمانہ کے علاوہ شاعری کی جان اور تصنیف و تالیف کی کان میرے نہایت مکرم دوست جناب خواجہ دل محمد صاحب ایم اے۔ نیز معجز بیان حضرت مولانا عصری صاحب قبلہ کے بے بہا قیمتی مشوروں نے میرے کلام کو ایسا پختہ و آراستہ کر دیا ہے کہ مجھے یقین کامل ہے کہ میرا کلام سخن سنج اور نقطہ رس حضرات کی نظر امتیاز میں ضرور قابل قدر ہوگا۔ ثانیاً یہ امر مترادف ناشکرگزاری ہوگا اگر میں محقق زمانہ اور مسلم الثبوت عالم و فاضل الحاج مولانا مولوی مرزا احمد علی صاحب قبلہ ضیغم پاکستان کے ان بےنظیر علمی مشوروں کا شکریہ ادا نہ کروں کہ جنہوں نے میرے اصرار پر کمال مہربانی سے میرے اس مرثیے کو اول سے آخر تک حرف بحرف پڑھا اور جنہوں نے کتب ہائے معتبرہ سے پوری تحقیق کے بعد شہدائے کربلا کے صحیح نام لکھوا کر میرے مرثیے کی اسنادِ صحت میں ایک قابل قدر اضافہ فرمایا۔ فقط

نیاز کیش:- امداد



آغا سید امداد علی شاہ صاحب قبلہ مصنف "حدیقۂ غم"

# تعارف مصنف حدیقۂ غم

از رشحاتِ خامہ عنبر شمامہ ادیب لاثانی جناب مستطاب بزرگ منشی مصطفےٰ علی صاحب ہمدانی سابق مدیر و مالک اخبار سفینہ حال رکن ڈائرکٹر ریڈیو پاکستان ...

یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ　　　یاد رکھنا فسانہ ہیں یہ لوگ

تعارف اور وہ بھی ایک معروف ہستی شہیر شہر و دیار بزرگ کا۔ بجائے خود ایک عجیب بات ہے بلکہ عجیب تر اس لئے کہ یہ فریضہ ادا کرنے کے لئے ایک ایسے غیر معروف کو منتخب کیا گیا ہے جسے ہر چند فضلاء و ادبا کے فیضان صحبت اور خوشہ چینی کا شرف حاصل رہا ہے مگر اپنی کم سوادی۔ بے بضاعتی اور تہی دامنی کا بھی اعتراف ہے۔ زبان جادو بیان نہیں رکھتا۔ قلم معجز نگار نہیں کہ رنگین بیانی کا گلزار کھلائے۔ الفاظ کا جادو جگائے تشبیہہ و استعارے کی کیاریاں بنائے با مقفیٰ و مسجع عبارت کے چمن سجائے کم علمی سدِ راہ ہے اور کج مج بیانی زنجیر پا ہے۔ کام کٹھن بلکہ ہمت شکن ہے۔ ہاں اگر کوئی سہارا ہے تو فقط اس بات کا کہ زہے نصیب۔ سعادت حاصل ہوئی ایک ایسے بزرگ کے ذکرِ خیر کی۔ جسے شرف غلامی حاصل ہے اس شہزادہ گلگوں قبا کا جس کی گہوارہ جنبانی کی خدمت پر جبریل فخر کرتا ہے اور جسے رتبہ ملا ہے مداحی کا اس شہید انسانیت کی جس کی عظیم المرتبت قربانی اور فقید المثال مظلومیت کی داستانِ غم کے زہر نے کروڑوں انسانوں کے جگر خون کئے ہیں۔ ذاکرِ حسین کا ذکر اور مجھ جیسے کا بیان مداح اہلبیت کی توصیف۔ اور اس فقیر کی تحریر۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے مگر امتثال امر ہے۔ راقم الحروف نے لاہور کا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب اس شہر میں نہ بجلی کے قمقمے تھے نہ موٹر کاریں اور بسیں مٹی کے تیل کی لالٹین اور شمع کی مدھم روشنی رات کی تاریکی کا جواب ہوا کرتی تھیں یا پھر خال خال گیس کے ہنڈے نظر آ جاتے تھے تانگے ٹم ٹم اور بگھی کا رواج تھا۔ مائکروفون اور لاؤڈ اسپیکر کا شور و شغب تو حال ہی کا قصہ ہے لیکن ان دنوں موچی دروازے کے علاقے اور رات کے سناٹے میں اکثر و بیشتر مرثیہ خوانی کی آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی اور اس میں خاص طور پر ایک آواز دلوں کو برماتی تھی لاہور کا بچہ بچہ اس آواز کا شیدائی تھا بڑے بوڑھے پروانہ وار اس آواز پر کھنچے چلے آتے تھے یہ آواز تھی سلطان الذاکرین آغا سید امداد علی شاہ کی جنہیں آپ آج مصنفِ حدیقۂ غم کی حیثیت سے جان رہے ہیں۔ میں نے بچپن میں اپنے دادا جنت مکانی

ڈا غشی رسول علی ہمدانی اعلی اللہ مقامہ کے ساتھ آغا صاحب کی وہ معرکۃ الآرا مجالس دیکھی اور سنی ہیں اور موصوف
کا مرثیہ خوانی کے شباب کا وہ دور دیکھا ہے جو موجودہ نسل کے لئے صرف ایک داستان پارینہ اور قصۂ ماضی
کی حیثیت رکھتا ہے۔ دادا صاحب مرحوم آغا صاحب کے طرز بیان کے دلدادہ تھے اور یہ کچھ انہیں پر موقوف
تھا بلکہ ہر علم دوست اور صاحب ذوق ان مجالس میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ سچ پوچھئے تو اس
زمانے میں مواعظ کی یہ گرم بازاری نہ تھی لاہور میں عزاداری کا زیادہ تر انحصار روضہ خوانی پر تھا۔ اس
لئے ان مجالس میں ہر طبقہ و خیال کے افراد شریک ہوتے تھے یہاں تک کہ معتقد حضرات اہلسنت بھی
التزاماً شرکت کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان الذاکرین کی روضہ خوانی کا انداز ہی کچھ ایسا تھا کہ
کوئی بھی ایک بار سن لیتا گرویدہ ہو جاتا اور بار بار سننے کے لئے آتا۔ موصوف مرثیے کے ایک ایک
مصرعے کے محاسن اور صنائع و بدائع بالوضاحت بیان فرماتے تھے اور یہ بیان اتنا فاضلانہ و ناقدانہ ہوتا
تھا جسے بجائے خود ایک مستقل اور الگ صنف کہنا مبالغہ آمیز نہ ہوگا۔ آغا صاحب کو مبدء فیاض سے
ذوق سلیم اور انداز کلیم ارزانی ہوا ہے اور اس پر لحن داؤدی مستزاد ہے اب بھی اس پیرانہ سالی میں جب کبھی کسی
مجلس میں موصوف کو سننے کا اتفاق ہوتا ہے تو آج سے چالیس پچاس برس پہلے کا منظر تصور میں تازہ
ہو جاتا ہے۔ آغا صاحب عربی فارسی اور اردو میں عالمانہ دسترس رکھتے ہیں۔ شعر و سخن سے آپ کو ازلی
مناسبت اور ادب گھٹی میں ہے۔ یہ صرف میری ہی نہیں بلکہ کئی معتقد حضرات کی رائے ہے کہ اگر آغا

ہو گیا۔ ان کا ایک شعر زبان زد عام تھا اور جو یہاں کے بڑے بوڑھوں کو اب تک یاد ہے ؎

صاحب خلق حسن سید زمن داماد علی است ۔۔۔ بہ زباں ذکر حسینؑ و را بدل یادِ علی است

نام او چون بود و دلها ازاں رو در جہاں ۔۔۔ ہر کرا بینی بدل خواہان امداد علی است

میرے دادا کے برادرِ حقیقی مرزا منشی علی محمد ہمدانی مرحوم المتخلص بہ مداح فارسی کے بلند پایہ اور نغز گو شاعر تھے قصیدہ گوئی میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا اور مرثیہ گوئی اور اس فن کے رموز و نکات کے اپنے زمانے میں واحد ماہر مانے جاتے تھے میں نے انہیں خود تو نہیں دیکھا تاہم آغا صاحب موصوف سے مرحوم کے جو حالات سنے ہیں ان سے مداح مرحوم کے تبحر علمی کے ساتھ ساتھ خود آغا صاحب کے ساتھ مرحوم کے مراسم عقیدتمندانہ کا پتہ چلتا ہے۔ اکثر مجالس میں آغا صاحب کی زبانی مداح مرحوم کا تذکرہ میں نے کچھ اس انداز میں سنا ہے جس سے مترشح ہوتا تھا کہ آغا صاحب مداح کی استادانہ عظمت کے انتہائی قائل

میرے والد بزرگوار مرزا صفدر علی ہمدانی نوراللہ مرقدہ سے آغا صاحب کے دوستانہ تعلقات تھے اور ہم سن ہونے کے ساتھ ہی ہم مکتب و ہم سبق بھی تھے۔ والد مرحوم کی زبانی آغا صاحب کے پدر بزرگوار حضرت سید قاسم شاہ اعلی اللہ مقامہ کے کمالات فن کا جو حال میں نے سنا ہے اس کی بنا پر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ روضہ خوانی اس خاندان کیلئے قسام ازل نے قسمت فرمائی تھی کیونکہ ؎

این سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

روضہ خوانی کیا کرتے تھے۔ اور ان کی وفات کے بعد توستر برس کی عمر تک لاہور میں انہی کا طوطی بولتا تھا۔ ہر کہ و مہ کی زبان پر انہی کا نام تھا۔ دور دور سے مشتاقانِ فن ان کی مجالس میں شرکت کی غرض سے لاہور پہنچتے تھے روضہ خوانی کا یہ وہ یادگار دور تھا جس کے تذکرے اب بھی خال خال بزرگوں سے سنے جاتے ہیں مگر درحقیقت روضہ خوانی کا زریں باب ابھی کھلنے والا تھا اور اس کی ابتدا اس وقت ہوئی جب آغا سید قاسم شاہ مرحوم کی وفات کے بعد سلطان الذاکرین آغا سید امداد علی شاہ صاحب کی روضہ خوانی کا دور چودہ برس کے سن سے شروع ہو کر اس وقت اسی برس کی پیرانہ سالی میں بھی بدستور قائم ہے۔ اگرچہ مرورِ ایام سے ان اطراف میں روضہ خوانی کے مشتاقوں اور رشیدائیوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی چلی جا رہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب یہ مجلسیں اور محفلیں داستانِ پارینہ اور قصۂ ماضی بن کر رہ جائیں گی مگر اسی شہر لاہور میں آج بھی وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے اس فنِ شریف کا شباب دیکھا ہے اور اس کی معراجِ کمال کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے یہ وہ زمانہ تھا جب آغا صاحب کی شہرت پنجاب کی سرحدوں سے نکل کر سندوستان اور عراق تک پہونچ گئی تھی اور آغا صاحب نے اپنے کمالِ فن اور فصاحت و بلاغت کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے اور لوگوں کو اپنا عاشق و گرویدہ بنا لیا تھا۔ ادھر لاہور میں شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد اعلی اللہ مقامہٗ کے لگائے ہوئے اردو کے پودے نے درختِ بار آور کی صورت اختیار کر لی تھی اور حضرت میرزا ظہور حسین خان ناظم مرحوم کی ادبی و علمی سرگرمیوں کے باعث دارالحکومت پنجاب میں ہر طرف اردو ہی کے چرچے ہونے لگے تھے۔ ادبی محفلوں اور مشاعروں کی گرم بازاری تھی کوچہ و بازار میں شعر و سخن کے تذکرے رہتے تھے چنانچہ آغا صاحب بھی ان محفلوں میں شریک ہونے لگے چونکہ آپ کی دادی مرحومہ لکھنوی تھیں جو مرزا محمد علی مرحوم لکھنوی رئیس و مالک مغل حویلی و مغل سرائے لاہور کی پھوپھی اور مرزا نذر علی مرحوم لکھنوی والد مرزا محمد علی مرحوم کی ہمشیرہ تھیں۔ اس ازلی مناسبت سے شعر و سخن کا فطری جذبہ ابھرنے لگا اور آپ نے بھی مشقِ سخن شروع کر دی۔ ابتدائی دور میں خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم سے شرفِ تلمذ حاصل رہا۔ حالی مرحوم کی وفات کے بعد لسان القوم مولانا سید علی نقی صفی لکھنوی

مرحوم سے اصلاح لیتے رہے۔ غزل میں آپ کا رنگ قدیم طرزِ سخن کا آئینہ دار ہے۔ اور عاشقانہ اشعار میں سوز و گداز کا عنصر وافر ہے۔ میری رائے اس ضمن میں شاید درخورِ اعتنا نہ سمجھی جائے اس لئے میں یہاں صائب الرائے استادِ زمانہ مولانا صفی لکھنوی کے وہ الفاظ جو مرحوم نے ۱۹۱۶ء میں مصنف "حدیقۂ غم" کے نام ایک والا نامے میں تحریر فرمائے تھے بطور سند پیش کرتا ہوں :-

۲۹ر مئی سنہ ۱۶ء مولوی گنج لکھنؤ

مکرمی زاد لطفکم تسلیم۔ عنایت نامہ ہمراہ غزلیات بتوسط مکرمی سید محمد علی جعفری صاحب پہنچا۔ منت پذیر ہوا۔ جناب کے کلام کی نسبت جعفری صاحب نے جو رائے قائم فرمائی ہے مجھے اس سے بالکل اتفاق ہے۔ دونوں غزلیں میں نے دیکھیں ماشاء اللہ کلام بہت بامزہ ہے اور عاشقانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ ...... خاکسار صفی عفی عنہ

آغا صاحب کی بعض معرکتہ الآرا غزلیں جو برسوں پہلے سنی تھیں ان کے بعض اشعار کی حلاوت و عذوبت کی لذت سے کام و دہن آج تک لطف اندوز ہیں۔ مجھے چونکہ زمانہ طالب علمی سے شعر و سخن سے خاص لگاؤ رہا ہے اس لئے میں نے بارہا آغا صاحب کو اپنا مجموعہ کلام مرتب کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کیونکہ ایسے لآلیِ آبدار کا گوشۂ گمنامی میں پڑا رہنا شعر و ادب پر ظلم کے مترادف ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ آغا صاحب نے اس خزانۂ علمی کو "کلیاتِ امداد" کے نام سے مرتب کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ مجموعہ بہت جلد مشتاقانِ ادب اور حامیانِ اردو کے ہاتھوں میں ہوگا۔ زیرِ نظر مرثیہ آغا صاحب نے ایسے وقت میں لکھا ہے کہ جب افکار کا ہجوم ہے آلام کا نرغہ ہے اور پریشانیوں کا اژدہام اس پر پیری و صد عیب۔

مگر ایسے موصوف کی جواں ہمتی کے ساتھ ساتھ سرکار سید الشہداء کی نظرِ عنایت اور تائیدِ ایزدی کا کرشمہ کہنا چاہئے کیونکہ یہ کوئی آسان کام نہ تھا جس سے آپ عہدہ برآ و سرخرو ہوئے ہیں۔ مرثیے کے محاسن صحت اور پاکیزگی کے بارے میں کچھ کہنا میرا منصب نہیں۔ مزید برآں مشک آن است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

حضرات علمائے کرام کی آراء خواجہ دل محمد صاحب ایم اے فیلو پنجاب یونیورسٹی و سابق پرنسپل اسلامیہ کالج

افکار برجستہ و فاضلانہ منظوم پیش لفظ اور مولانا عبدی قبلہ کی جامع و مانع تقریظ فاضل مصنّف
وشوں کا اعتراف اور ان کے کام کی عظمت کی ضامن ہیں۔ ایزدِ تبارک مصنّف کو اس محنت
نفشانی کا اجر جزیل اور صلۂ عظیم عطا فرمائے بحق محمد و آلہ الامجاد ؎

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

مرزا مصطفےٰ علی ہمدانی ریڈیو پاکستان۔ لاہور

۷ر فروری ۱۹۵۵ء

باسمہٖ سبحانہٗ

# پیش لفظ

نتیجۂ فکرِ بلند شاعرِ شیریں مقال موحدِ بے تشبیہ و بے مثال صوفیِ تجلیاتِ حسن و جمال قدوت حضرت خواجہ دل محمد صاحب ایم۔اے فیلو پنجاب یونیورسٹی و سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور

❖

مرے دوست ہیں سید امداد علی — خوش الحاں بعونِ علیِ ولی
وہ ہیں شاعرِ خوش بیاں لا کلام — ثنا خوانِ ساداتِ عالی مقام
انہوں نے کیا صدقِ دل سے رقم — یہ اک نوحۂ سبطِ شاہِ امم
لکھا مرثیۂ بے عدیل و مثال — شہیدوں کا ہے مستند جس میں حال
ہوئی ہے جو سالارِ امت کے ساتھ — اسے لکھ دیا پوری صحت کے ساتھ
یہ ہیں دل کے ٹکڑے جو منظوم ہیں — یہ حالاتِ ساداتِ مظلوم ہیں
سنا جب مراتب علی شاہ نے — تو خوش ہو کے فرمایا ذی جاہ نے
مناسب ہے چھپوائیے یہ کلام — کہ ہوں مستفید اس سے سب خاص و عام
پڑھیں اور سنیں اس کو سب اہلِ دل — شب و روز اور پیہم و متصل
چھپا مرثیہ پھر جو اس شان سے — یہ ہے اہلِ ہمت کے فیضان سے
جزا دیجیو ان کو اے کبریا — جزا، وہ جزا جو ہے خیر الجزاء

ہو شاعر کی محنت الٰہی قبول!
بحقِ رسولؐ و بہ آلِ رسولؐ!!

خواجہ دل محمد

# تقریظ

**عالیجناب مستطاب فاضل اجل عالم بیبدل سرکار علامہ الحاج مولانا مولوی مرزا احمد علی صاحب ضیغم پاکستان**

**باسمہ سبحانہٗ**

حمد خدائے علیم و نعتِ رسولِ کریم و مدحِ اہلِ بیت طاہرین علیہم صلواۃ اللہ الرحیم کے بعد واضح ہو کہ میں نے مؤلف نامدار کے اصرار پر ان کے اس مجموعہ اشعار کو اول سے آخر تک غائر نظر سے دیکھا اور اکثر مقامات پر مناسب مشورے دیئے جن سے انہوں نے اتفاق کر کے ان کو عملی جامہ پہنا دیا۔ اس میں مؤلفِ شیریں مقال نے کوشش کی ہے کہ زبانِ شستہ و سلیس ہو۔ مطالب عام فہم و سبق آموز ہوں اور واقعات ایسے ہوں کہ جن کی سند کتابوں میں ملتی ہو۔ اس سے پہلے اسی میدان میں بصورت نوحہ ایک کوشش ہوئی تھی لیکن اس سعی مقبول نے مرثیے کی صورت اختیار کی ہے۔ زبان بڑی پاکیزہ ہے۔ واقعات کا بیان بڑا فصیح ہے۔ شہداء کے کارنامے ایمانی جوش پیدا کرنے والے ہیں اور نظم میں تمام واقعاتِ کربلا کی مسلسل تاریخ آگئی ہے۔ اس ضعف و ناتوانی پیرانہ سالی اور ہجومِ افکار میں ایسا کلام پیش کرنا مؤلف خوش اطوار ہی کا حصہ ہے اور یقیناً اس میں علیِ کبیر کا القا اور علیِ حکیم کی امداد شریک حال رہی ہے کیوں نہ ہو آپ کی تمام عمر مدحِ حضرتِ رسولؐ و آلِ رسول علیہم السلام میں گذری اور انشاء اللہ اب یہ کلام آپ کے باقیات الصالحات میں رہتی دنیا تک یادگار رہیگا۔ خاندانِ رسالت پناہ کے دوستدار اسے ہمیشہ پڑھا کریں گے اور مؤلف خوش بخت جناب مستطاب معلی القاب سعادت مآب سیادت انتساب مداحِ محبوب ربُّ الارباب و ذاکرِ آلِ اطیاب جناب آغا سید امداد علی شاہ صاحب امداد کے حق میں دعائے خیر کیا کریں گے۔ جزاہ اللہ عنا و عن الاسلام خیراً و غفر اللہ لہٗ و لوالدیہ فقط۔

یکم دسمبر ۱۹۵۴ء

احقر الناس: مرزا احمد علی۔ محلہ شیعہ موچی دروازہ۔ لاہور

# تقریظ

شیریں بیان روحِ روانِ شعرائے ہندوستان جواہر نگار عالیمقدار راہروِ جادۂ عشق و معرفت حضرت علامہ شیخ محمد رفیق صاحب
عصری حنفی ساکن ریاست مالیرکوٹلہ

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ذاتِ گرامی شرفِ انسانیت کی معراج ہے۔ آپ کے ایثار اور قربانی کے کارنا
لوحِ فطرت پر نقشِ دوام کی حیثیت رکھتے ہیں جب اسلام جبر و استبداد کی جولانگہ بن گیا اور احکامِ الٰہی شاہانِ جور ک
اغراض کے تابع ہو گئے جب خدائے قدوس کی بجائے انسانوں کو سجدے ہونے لگے اور جب حدود اللہ کا کو
احترام باقی نہ رہا تو آپ ہی نے راہِ حق و صداقت میں اپنی اور اپنے اعزا اور اصحاب کی قربانی دیکر اسلام کی بنا کو مستحکم
اگر حسین نہ ہوتے تو اسلام کا نقش آج صفحۂ دہر پر باقی نہ ہوتا۔ اس واقعۂ شہادت کی صدائے بازگشت آج بھی گونج ر
ہے اور ہمیں دعوتِ عمل دے رہی ہے ضرورت ہے کہ ہم حسینؑ کی یاد کو تازہ رکھیں کیونکہ اسی سے ہماری زندگی میں
حرارت۔ حرکت اور فعالیت قائم رہ سکتی ہے ہمارے شاعروں اور نثاروں کا بھی فرض ہے کہ اپنے منظومات اور مقا
میں اس واقعۂ عظیمہ کی حقیقی روح اور معنویت کو جلوہ دیں اور اہلِ اسلام کی بصیرت افروزی کا سامان بہم پہنچائیں
ہمارے زمانے میں جوش ملیح آبادی نے اس باب میں ایک اہم کام کیا ہے۔ اسی سلسلے میں میرے محترم دوست
سید امداد علی شاہ صاحب نے امامِ معصوم کا ایک مرثیہ مرتب کیا ہے جو متعدد حیثیات سے ایک امتیاز
شان رکھتا ہے۔ انہوں نے واقعۂ کربلا کے تاریخی پس منظر کے ساتھ اس واقعہ کی تمام روئداد حُر کی شہادت
لیکر خود امام حسین علیہ السّلام کی قربانی تک ایک ہی مرثیے میں منظوم کر دی ہے گویا تاریخی حقائق کو شعریت
کے ساتھ اس طرح سمویا ہے کہ نہ تو واقعات کے تسلسل میں کوئی اختلال پیدا ہوا ہے اور نہ شعری انداز بیا
کا سر رشتہ ہاتھ سے نکلا ہے۔ اب تک میری نظر سے جس قدر مرثیے گذرے ہیں ان میں تمام واقعہ کربلا اپنی تفصیل
کیساتھ یہ یکجا مجتمع اور مرتب نہیں دیکھا گویا یہ نظم بھی ہے اور تاریخ بھی۔ اس مرثیے کے ساتھ علمائے کرام
کی جو تقریظات شامل ہیں ان میں اس مرثیے کے بیان کردہ واقعات کی تاریخی صحت اور اسمائے شہدا کے صحیح نام
کی تصدیق کی گئی ہے۔ اس طرح اب اس کی تاریخی حیثیت بھی مستند اور مسلّم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ

شاہ صاحب کو اس خدمت کے لیئے اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ یہ مرثیہ وہ قبول عام حاصل کرے گا جس کا یہ بجا طور پر مستحق ہے۔

اللہ کرے کہ اس کو ہو ایسا قبول عام
ہر ایک کی بغل میں ہو امداد کا کلام

محمد رفیق عصری ۳ر جنوری ۱۹۵۵ء

---

## از عالیجناب مستطاب فاضلِ جلیل علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ

### بسمِ اللہ الحمد

مَیں نے یہ مرثیہ دیکھا، مُصنف نے بڑی جانفشانی کی ہے۔ جو بِلا شبہ قابل قدر ہے، اِس میں میرے خیال میں کوئی چیز کِسی مذہب کے واسطے دِل آزار نہیں ہے۔

(حافظ) کفایت حسین

۲۵/۱۲/۵۴

# نوحہ

دل مائل گریہ ہے زباں صرفِ بکا ہے — ہوں لرزہ براندام قلم کانپ رہا ہے
آثارِ قیامت ہیں کہ اک حشر بپا ہے — روتے ہیں ملک خاتمۂ آلِ عباؑ ہے
واحسرتا و دردا کی صدا آتی ہے ہر سو
بے ساختہ آنکھوں سے چلے آتے ہیں آنسو

ہے سامنے آنکھوں کے سماں کرب و بلا کا — کہتے ہیں کہ تھے ساتھ جو حضرتؑ کے صحابہؓ
ہر ایک جری عاشقِ شاہِ شہدا تھا — نے جان کا تھا خوف نہ اندیشۂ اعدا
حق کے لئے لڑتے تھے وہ اللہ کے پیارے
اس راہ میں سر دینے کو طیار تھے سارے

مقتل میں تھی اصحاب کی حالت یہ نمایاں — تھا شوقِ شہادت میں ہر اک اذن کا خواہاں
ہر ایک کی خواہش تھی کہ میں پہلے ہوں قرباں — ہمت کا سبق دیتا تھا ہر وقت یہ ایماں
لینے کو شہیدوں کے جو لب تشنہ لڑے ہیں
خود ساقئ کوثر درِ جنت پہ کھڑے ہیں

یہ حال شہیدوں کا رقم کرتے ہیں راوی — دو لاشے تھے معصوموں کے اور خون تھا جاری
زخمی تھے بدن دونوں کے حسرت تھی برستی — منہ بند تھے آنکھیں تھیں کھلی خاک پڑی تھی
مقتل میں گلے مل کے ہم دونوں پڑے تھے
لاشوں کے سرہانے شہِ مظلوم کھڑے تھے

ننھی سی جو اک قبر تھی مقتل کے کنارے — اس قبر پہ کہتے تھے حسینؑ اے مرے پیارے
کیوں چھوڑ کے تنہا ہمیں جنت کو سدھارے — روتی ہے بہن دیکھ کے جھولے کو تمہارے

لو آؤ چلے آؤ بلاتی ہے سکینہؑ
خالی ترے جھولے کو جھلاتی ہے سکینہؑ

لاشوں میں شہیدوں کی تھی اک لاش کی یہ شان    ٹکڑے تھے پڑے سینکڑوں اور وہ بھی پریشان
تھیں سوگ نشیں حسرتیں اور روتے تھے ارمان    لکھا ہے کہ جب آئے وہاں شاہِ شہیدان
دیکھا تو کہا شکر ہے اے بارِ خدایا
ان ٹکڑوں کو چوما کبھی چھاتی سے لگایا

اکبرؑ جو گرے گھوڑے سے حضرت نے سنبھالا    خود پہلوے فرزند کے بھالا جو نکالا
دیکھا کہ وہ دم توڑتا ہے گیسوؤں والا    اٹھاراں برس ماں نے جسے ناز سے پالا
اس حال میں بھی وردِ زباں شکرِ خدا تھا
اک سنگِ گراں صبر کا سینے پہ دھرا تھا

جب لاشۂ عباسؑ پہ پہونچے شہِ دلگیر    یہ دیکھا کہ اک آنکھ میں پیوستہ ہیں دو تیر
اُس وقت کمر تھام کے فرماتے تھے شبیرؑ    تقدیر کے آگے نہیں چلتی کوئی تدبیر
جو رُتبہ ملا تم کو وہ مجھ کو بھی عطا ہو
اللہ کرے اب مرا وعدہ بھی وفا ہو

امداد شہیدوں کے یہ حالات ہیں دل سوز    ایثار شہیدوں کا مگر ہے سبق آموز
وہ جرأت و ہمت وہ جسارت تھی دل افروز    یہ اہلِ وفا دنیا میں آتے نہیں ہر روز
اسلام کو زندہ کیا ہستی کو مٹا کر
آباد کیا دین کو گھر بار لٹا کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ

# رُباعی

حمدِ خدا و نعتِ نبی مدحتِ علیؑ
امداد تیرے دِل پہ ہوئیں جب یہ مُنجلی
اِن سے تیرے کلام کو ایسی ہوئی جِلا
پڑھتے ہیں کوچے کوچے اُسے اور گلی گلی

**حمدِ خدا** ✱

حمدِ خالق سے کروں اپنے بیاں کا آغاز
جس نے اِک کُن سے کیا کون و مکاں کا آغاز
پھر کیا نورِ محمد سے جہاں کا آغاز
شان سے جن کی ہُوا نام و نشاں کا آغاز
اُن کے آنے سے ہُویدا ہوا وہ کنزِ نہاں
رازِ سربستہ تھا جو اور ہمیشہ پنہاں

**نعتِ نبی** ✱

اُن پہ دن رات ہو یا رب تری رحمت کا نزول
جو ہیں محبوب ترے اور رسولِ مقبول
قابَ قوسین کا اعزاز ہُوا جن کو حصول
باپ عبداللہ ہیں ماں آمنہ بیٹی ہیں بتولؑ
واسطے جن کے یہ سب کچھ ہے بنایا تو نے
جلوۂ حسنِ ازل جن میں دکھایا تو نے

مدحتِ علیؑ ★

اب میں کہوں مدح سرا اُن کا جو اُن کے ہیں وزیر
جن کا ہمسر نہ کوئی اور نہ کوئی جن کی نظیر
ہیں جو اوصافِ الٰہی میں خدا کی تصویر
جن کے بارے میں یہ کی آپ نبیؐ نے تقریر

ہاتھ اللہ کا ہیں حق کی زباں ہیں حیدرؑ
چشم و گوش و وجہِ ربِ جہاں ہیں حیدرؑ

ثنائے زہراؑ ★

جنھیں فرمائے خدا آپ بتولؑ و زہراؑ
جن کے شوہر ہوں علیؑ باپ ہوں محبوبِ خدا
ہوں پسر جن کے حسینؑ اور حسنؑ سبز قبا
کیا زباں وا کرے جو ہیچمداں ہو مجھ سا

مرتبہ حضرتِ مریمؑ سے بھی ہو جن کا فزوں
اس سے بڑھ کر کوئی بتلائے کہ اب کیا میں کہوں

ثنائے حسنؓ ★

ہو بہو شکل محمدؐ سے مشابہ تھے حسنؓ

بولنا بیٹھنا اُٹھنا وہی نانا کا چلن

اُن کی تعریف میں توصیف سے قاصر ہے دہن

مستند جب ہو رسولِ عربیؐ کا یہ سخن

کہا حضرت نے کہ فرماتا ہے ربُ الثقلین:

اہلِ جنت کے ہیں سردار حسنؓ اور حسینؓ

ثنائے حسینؓ ★

زینتِ ہر دو جہاں مطلعِ انوار حسینؓ

وارثِ علمِ نبیؐ محرمِ اسرار حسینؓ

پیکرِ صبر و رضا مرجعِ ابرار حسینؓ

اخترِ برجِ شرف سرور و سردار حسینؓ

حفظِ ناموسِ شریعت ہے شہادت اُن کی

دونوں عالم میں مسلّم ہے امامت اُن کی

آغازِ مرثیہ ★

ذکرِ شبیرؑ سے دُنیا میں ہے شہرت میری
ورنہ ناچیز ہوں میں کیا ہے بضاعت میری
(ہاں) سبطِ احمدؐ کی غلامی ہے سعادت میری
ذاکرِ شاہ ہوں اللہ رے قسمت میری

ہر گھڑی ذکرِ شہیداں پہ ہے ایماں میرا
دین و دُنیا میں یہی ہے سر و ساماں میرا

حکومتِ معاویہ ★

شام پر جبکہ مسلّط ہوئی آلِ سفیان
متزلزل ہوئے اسلام کے اکثر ارکان
دین کو ضعف ہوا مٹ گئے اہلِ ایمان
ہاتھ میں معویہ کے آئی حکومت کی عنان

جس طرف چاہا رُخ اسلام کا موڑا اُس نے
کینہ اولادِ محمدؐ سے نہ چھوڑا اُس نے

کیئے دربارِ خلافت سے یہ جاری احکام
سب و شتم آلِ نبیؐ اور علیؑ پہ ہو مدام
الغرض مسجد و منبر ہوئے وقفِ دشنام
بن گیا تابعِ اغراضِ حکومت اسلام
فتنے بیدار ہوئے دیں پہ تباہی آئی
اخترِ طالعِ امّت پہ سیاہی آئی

چاہتا تھا کہ کرے دینِ نبیؐ کو برباد
وارثِ سلطنتِ شام ہو اُس کی اولاد
جانشینی کے لیئے ہو کوئی حجّت نہ فساد
سُنّتِ قیصر و کسرےٰ کی پڑے یُوں بُنیاد
طرّہ دستارِ خلافت میں لگایا اُس نے
اپنے بیٹے کو ولیعہد بنایا اُس نے

یزیدیوں کے کردار ✶

مُتَصرِّف ہوا جب تختِ خلافت پہ یزید
ہمنوا اُس کے ہُوئے جُملہ خبیثانِ پلید
اَشعث و ابنِ زیاد و عُمرِ سعد و ولید
دستِ اَشرار میں تھی قصرِ خلافت کی کلید

بندۂ حرص و ہوا اہلِ کدورت تھا کوئی
طالبِ زر کوئی جویائے حکومت تھا کوئی
اُن کے کردار ہیں تاریخ و سیَر میں منقول
تھے وہ مغرور و ریاکار و شریر و مجہول

قتل و غارت ستم و ظلم تھے اُن کے معمول
افترا مکر و دغا دجل و فریب اُن کے اصول
کس کو تھی یادِ خدا کس کو محمدؐ سے تھا کام
تھا زبانوں پہ فقط نام کو لفظِ اسلام

محفلِ رقص و سرود و طرب و چنگ و رباب
طبل و دف بربط و تنبورا و سامانِ شباب[1]
جیفہ[2] و میسرہ[3] خنزیر و حشیش[4] اور شراب
گنجفہ و تاش کہ شطرنج تھے سب کارِ صواب

نابکاروں میں نہ تھی شرم و حیا کچھ باقی
قاضی و مفتی و حفاظ بنے تھے ساقی

نیک اور بد کا نہ تھا اُن کو ذرا سا بھی شعور
تھے وہ بے بہرہ کہ تھا اُن کے دماغوں میں فتور
مرتکب ہونے میں منکر کے نہ کرتے تھے قصور
اور تھا نامۂ اعمال پُر از فسق و فجور

کشتِ اسلام پہ ظلمت کی گھٹا چھائی تھی
اُمتِ شاہِ اُمم باعثِ رسوائی تھی!

۱ (موسیقی)
۲ (مُردار) ۳ (جوا)
۴ (بھنگ)

کچھ رمق باقی رہی تھی مٹنے کو تھا اسلام کا نام
روزِ روشن میں وہ پیتے تھے مئے ناب کے جام
تھا حلال اُن کو محمدؐ نے کیا تھا جو حرام
مُفسد و فاسق و فاجر تھا شیاطیں کا امام

یوں تو کہنے کو وہ اُمت تھی مسلمانوں کی
پر حقیقت میں جماعت تھی وہ شیطانوں کی

مُتفق اِس پہ ہیں سارے عُلمائے عالم
تھا ستم کیش و بد اندیش یزیدِ اظلم
مسجد و منبر و سجادہ یہاں تک کہ حرم
سب کی عزت کو مٹایا یہ کیئے ظُلم و ستم

مُنکرِ وحیٔ خدا مُخربِ ایمان تھا وہ
شکلِ انسان میں اک پیکرِ شیطان تھا وہ

اہلِ ایماں کو نہ کیا کیا تھا ستایا اُس نے
بعض کو تیغ سے تھا قتل کرایا اُس نے
بے سبب بعض کو سُولی پہ چڑھایا اُس نے
بے گنہ بعض کو تھا زہر دلایا اُس نے
اُس کے ہاتھوں سے مسلماں جو ہوئے ہیں مقتول
سات سو قاری تھے اور تین سو اصحابِ رسولؐ
تھے شریعت کیخلاف اور بھی اُسکے احکام
ایک یہ تھا کہ مجھے سجدہ کریں خاص و عام
کِسی آزاد کو چاہوں تو بناؤں میں غلام
ہے بِلا میری اجازت کے عبادت بھی حرام
اُس کے نزدیک مُساوی تھے حرام اور حلال
نہ فواحش پہ ندامت نہ معاصی پہ ملال

ڈو ہیں دُشمن بڑے کہتا تھا لعینِ ازلی
ایک ہیں ابنِ زبیر ایک حسینؑ ابنِ علیؑ
یہ جو بیعت کریں کھل جائے مرے دِل کی کلی
مشورے ہوتے تھے دِن رات خفی اور جلی

تھا ستم کیش کے ہر لحظہ یہی دِل میں خیال
دامِ تزویر کو پھیلائیے چل جائے کوئی چال

یہ دیا مشورہ اشرار نے آکر اُس آن
کھول دے در جو خزانے کا تو نکلیں ارمان
زر وہ جادُو ہے کہ بِک جاتے ہیں سب بے ایمان
قاضی و مفتی ہیں سو جان سے اس پر قُربان

یہ رِیا کار تقدّس پہ جو اِتراتے ہیں!
زر اگر دیکھیں تو شیشے میں اُتر آتے ہیں

سُن کے یہ مشورہ پھیلایا زر و سیم کا جال
منصب و خلعت و جاگیر و زمیں اور زن و مال
قاضی و مُفتی و حُفّاظ پھنسائے فی الحال
باتوں باتوں میں کیا اُن سے جو بیعت کا سوال
بیع کیا دین کو دُنیا کے خریداروں نے
ہاتھ پھیلا دیئے اِن زر کے پرستاروں نے

ولید کا حضرت کو فرمانِ یزید سنانا

اُس زمانے میں مدینے کا جو عامل تھا ولید
دفعتًہ شام سے پہونچا اُسے فرمانِ یزید
لے تُو شبیرؑ سے بیعت مری ہے یہ تاکید
کہ صلہ اِس کا ہے اِنعام اور اِعزازِ مزید
یہ ملا حکم تو حضرتؑ کو بُلایا اُس نے
اور فرمانِ یزید اُن کو سُنایا اُس نے

سن کے یہ شاہؑ نے مکّے کو کیا عزمِ رحیل

اب نہ ہجرت کے سوا امن کی باقی تھی سبیل!

اہلبیتؑ اور رفیقوں کی جماعت تھی قلیل

راہ پیما ہوئے خاصانِ خداوندِ جلیل

لکھا ہے شاہؑ نے مکّے میں کیا آکے قیام

پر نہ یہ لینے دیا اعدا نے وہاں بھی آرام

گامزن ہونے کو رستے تھے یہی دو موجود

ایک تھی راہِ خدا دوسری راہِ مردود

تھے حسینؑ ابنِ علیؑ محوِ رضائے معبود

نہ تو منظور تھی بیعت نہ لڑائی مقصود

جادۂ کفر اِدھر مذہبِ اسلام اِدھر

شورِ باطل تھا اُدھر حق کا تھا پیغام اِدھر

★ حضرت مسلمؑ کی روانگی

اپنے انصار کو حضرت نے طلب فرمایا
خطرہ اسلام کو درپیش جو تھا سمجھایا
معرضِ بحث میں کوفے کا بھی قصّہ آیا
آخرش بعدِ تأمّل کے یہی طے پایا
سرِ اربابِ وفا کیش ہیں حضرت مسلمؑ
جائیں کوفے کی طرف لے کے سفارت مسلمؑ
سُن کے یہ حضرتِ مُسلِمؑ نے کیا عزمِ سفر
دو پسر ساتھ لیئے اور ہوئے راہ سپر
دل میں اندیشۂ اعدا نہ کوئی خوف و خطر
طاعتِ حکمِ امامؑ دوسرا پیشِ نظر
دین کی راہ میں دُنیا سے وہ بیگانے تھے
شمع تھی طلعتِ اسلام وہ پروانے تھے

اُن کو اللہ نے کیا بخشا تھا اسلام کا عشق
یعنی اللہ کا اللہ کے پیغام کا عشق
نہ ستائش کی تمنّا تھی نہ تھا نام کا عشق
پیکرِ جدّ و جہد تھے اُنھیں تھا کام کا عشق

تھی یہی فکر کہ سب عاملِ قُرآں ہو جائیں
یہ جو کردار میں حیوان ہیں اِنساں ہو جائیں،

پہونچے کوفے میں تو بیعت کیلئے قول و قرار
مُختلِف لِکھتے ہیں تاریخ میں تعداد و شمار
بعض لکھتے ہیں کہ بیعت میں تھے اٹھاراں ہزار
اہلِ کوفہ کو محبّت میں جو دیکھا سرشار

لکھّا حضرت کو یہ خط طالبِ دیدار ہیں سب
اور بیعت کے لئے کوفے میں طیّار ہیں سب

★ حضرت کی کوفہ روانگی

سُوئے کوفہ چلے شبیرؑ کہ تھی یہ تقدیر
منزلِ شہرِ زُبالہ پہ جو پہونچے شبیرؑ
قتلِ مُسلِمؑ کی خبر سے ہُوئے سارے دلگیر
کہا حضرت نے کہ تقدیر کی کیا ہو تدبیر
ہے بس اب پیشِ نظر منزلِ مَقصُود مجھے
اور منظور ہے خوشنودئ معبُود مجھے،

★ کربلا کا میدان

جانبِ کوفہ بڑھے کہہ کے یہ مظلوم اِمام
راہیں روکے ہُوئے تھی دشمنوں کی فوج تمام
ہو کے مجبُور کیا آپ نے صحرا میں قیام
پوچھا لوگوں سے بہ تکرار جو اُس دشت کا نام
کہا سب نے کہ اِسے دشتِ جفا کہتے ہیں
نینوا، ماریہ اور کرب و بلا کہتے ہیں

کربلا کا جو سُنا نام تو حضرت نے کہا
شکر صد شکر ہوا نانا کا کہنا پورا
ساتھ آئے تھے جو اصحاب انھیں فرمایا
اہلبیتِ نبوی کے کرو خیمے برپا

وادیٔ عہد ہے میثاق کا میدان ہے یہ
محکِ دین ہے اور منزلِ ایمان ہے یہ

ہے یہ وہ جگہ جہاں ظلم و ستم کی تصویر
چند پہروں میں اُتر آئے گی بن کر تقدیر
جو مٹائے نہ مٹے گی وہ یہ ہوگی تحریر
مجلسوں میں اسی میدان کی ہوگی تقریر

یہ وہ میداں ہے جہاں صدق و صفا کے منظر
سب نظر آئیں گے یاں جوشِ وفا کے منظر

حُر حضرت ملاقات

ہے یہ وہ دشت کہ اِس دشتِ بلا کا ہر خار
گُل بنے گا کسی دن دشت بنے گا گلزار
یُوں پھلے پھولیگا یہ باغ کہ جس کے اشجار
ایسے سر سبز رہیں گے کہ سدا دیں گے بہار
یہی مرجع یہی ملجا یہی ماویٰ ہوگا!
اور یہی باعثِ بہبودیٔ عقبےٰ ہوگا

لکھا ہے حُر بھی اسی دشت کے ٹھہرا تھا قریب
اُس کے اللہ رے سوئے ہوئے جاگے جو نصیب
خود چلا آیا سوئے فوجِ حُسینی وہ نجیب
پہنچا جب خدمتِ حضرت میں تو مولائے غریب
بہرِ تکریم درِ خیمہ پہ لینے آئے
اور مژدہ اُسے فردوس کا دینے آئے

حُرؑ تھا مشہور دلیر اور بہت فہمیدہ
دیکھ کر خُلقِ حُسینیؑ وہ ہُوا گرویدہ
سُن کے حالِ غم و اندوہِ شہِ غم دیدہ
ہُوا غمخوار و وفادار بہت رنجیدہ
عرض کرنے لگا حضرت سے کہ شاہِ دوجہاں
مَیں ہُوں اک بندۂ درگاہ مُطیعِ فرماں

میرے مولا ہمیں یاں پُہنچا تھا یہ حُکمِ یزید
نہ کریں حضرتِ شبیرؑ جو میری تقلید
قید کر لینا اُنھیں جلد ہے تُم کو تاکید
نہ تَساہُل نہ تغافُل نہ ہو تاخیرِ مزید
قید کر کے اُنھیں دربار میں پہنچا دینا
اور خبر اِس کی ہمیں پہلے سے بھجوا دینا

میرے آقا مجھے پیاری نہیں یہ جان عزیز
ہے تمنّا کہ نہ چھوڑوں کبھی شہ کی دہلیز
مجھ کو سمجھیں کہ میں ہوں ایک غلامِ ناچیز
آپ فرمائیں جو ہو سکتی ہو احسن تجویز
میری جانب سے تو ہر حال میں مختار ہیں آپ
میں ہوں اب تابعِ فرماں مرے سرکار ہیں آپ
شہؑ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے مستور
ظالم اس دشت میں خوں میرا بہائینگے ضرور
سر مرا خم ہے خداوندِ دوعالم کے حضور
وہی ہوتا ہے جو ہوتا ہے خدا کو منظور
حق کے رستے میں قدم رکھ کے ہٹاؤں کیونکر
جان گر پیاری کروں دین بچاؤں کیونکر

کہا حُر نے کہ بجا ہے جو ہُوا ہے ارشاد
حُر فقط لفظ کے معنے میں تھا پہلے آزاد
اب نہ اندیشۂ دنیا ہے نہ کچھ خوفِ معاد
آپ آقا مِرے موجود ہیں بہرِ امداد
یہ تمنّا ہے مِری سب سے ہُوں پہلے مَیں نثار
اور یہیں آپ کے قدموں میں بنے میرا مزار
کر کے یہ عرض وفا کیش مُحبّ شبیرؑ
فوجِ اشرار میں واپس ہُوا ہو کر دلگیر
دل میں اک ولولہ آنکھوں میں حُسینی تصویر
رُستگاری کی یہی مدِّنظر تھی تدبیر!
دل سے ہر وقت شہادت کا طلبگار تھا وہ
فوجِ اشرار سے آزُردہ و بیزار تھا وہ

★ عمر سعد سے حضرت کا کلام

عمرِ سعد کہ تھا فوجِ عدو کا سردار
خدمتِ شاہ میں بھیجے کئی اُسنے اسوار
تاکہ حضرت کو کسی طرح سے لائیں اکبار
شاہ پہنچے جو وہاں اُن سے کیا اِستفسار
کس غرض کے لئے تم نے ہے مجھے یاد کیا
بولے سب آپ نے ہے قوم کو برباد کیا
آپ کر لیتے اِطاعت تو نہ ہوتی تفریق
ایک اسلام تھا اب اُس کے ہوئے ہیں دو فریق
ناروا بیعتِ حاکم میں ہے کرنی تعویق
عُلما کرتے ہیں اِسلام کے اس کی تصدیق
یہ تو فرمایئے آخر کو یہ انکار ہے کیوں
اِس کی تعمیل نہ کرنے میں یہ تکرار ہے کیوں

کہا حضرت نے کہ کیوں ہو گئے تم سب گمراہ
مُفسد و فاسق و فاجر کی میں بیعت کروں آہ
حیف ہے راستی کی تم نے یہی سمجھی ہے راہ
ہے مُصدِّق جو خدا اور محمدؐ ہے گواہ

تم ہو مذہب کے محمدؐ کے خُدا کے دُشمن
اور ہو خلقِ خدا ارض و سما کے دُشمن
جس نے کر رکھے ہوں سب لہو و لعب کے ساماں
اور رہتا ہو شب و روز جو غرقِ عصیاں

نہ تو اقرارِ نبوّت نہ خدا پر ایماں
مُرتکب سارے گناہوں کا مجسّم شیطاں
حرمتِ دینِ محمّد کو مٹایا جس نے
اہلِ ایماں کو بلا وجہ ستایا جس نے

اُس کی بیعت کروں میں شرم و حیا ہے کہ نہیں
پاسِ مذہب کا تمہیں اہلِ ریا ہے کہ نہیں
تم میں انصاف کچھ اے اہلِ جفا ہے کہ نہیں
خوفِ دنیا نہ سہی خوفِ خدا ہے کہ نہیں
حُبِّ دُنیا کے لئے دیں کو مٹاتے ہو تم
مسئلے اہلِ شریعت کو سکھاتے ہو تم

وہ جو میخوار سلح پوش تھے مدہوش تمام
سُن کے حضرت کی نصیحت ہوئے باہوش تمام
شرّ و عدوان کا جاتا رہا وہ جوش تمام
مثلِ نقشِ سرِ دیوار تھے خاموش تمام
دہشتِ خوفِ جہنّم سے جبیں زرد ہوئی
دل میں جو آتشِ نمرود تھی وہ سرد ہوئی

عُمرِ سعد نے اُن کی جو یہ دیکھی اُفتاد
ہو کے ناراض یہ کہنے لگا اُن سے جَلّاد
بُزدلو کس لئے شبّیر کو چھوڑا آزاد
پھر مُخاطِب ہُوا حضرت سے وہ شوریدہ نہاد
یا تو بیعت کریں حاکم کی چلیں ساتھ مِرے
ورنہ رسّی میں گلا آپ کا اور ہاتھ مِرے

کہا حضرت نے کہ او پیرِ داِ اولادِ حرب
میری تنہائی ہے شاید تری جرأت کا سبب
تُو نے دیکھا نہیں شیروں کا کبھی غیظ و غضب
مَیں اسد ہُوں اسد اللہ کا تُو ننگِ نسب
سر اگر جائے تو جائے پہ نہ جائے گا حسینؑ
یہ مشیّت ہے کہ یاں سر کو کٹائے گا حسینؑ

یہ کہا اور سوئے خیمہ چلے آئے امام
عمرِ سعد سے کہنے لگے سب اہلِ شام
خود تو شبیرؑ سے جسوقت کہ کرتا تھا کلام
کیوں نہ روکا انھیں کیا یہ نہیں غیرت کا مقام
دیکھ کر چپ ہمیں بزدل ہے بنایا تو نے
کام مردوں کا نہ کچھ کر کے دکھایا تو نے

ابن زیاد کا عمر سعد کو فرمان

لکھتے ہیں حاکم کوفہ تھا سراپا بیداد
جسکی طینت میں تھا شر اور طبیعت میں فساد
تھا محمدؐ کے گھرانے سے اسے بغض و عناد
ابنِ مرجانہ تھا کہتے تھے اسے ابنِ زیاد
عمرِ سعد کو ظالم نے یہ بھیجا فرمان
جنگ کے واسطے ہموار کرو تم میدان

★ میدانِ کربلا کی حالت

چھٹی تاریخ مُحرّم کی تھی اور ساتویں رات
دُوسرا اور یہ صادِر ہُوا حکمِ بدذات
ہٹے جو خیموں کے قریں ساحلِ دریائے فُرات
اُس کے پانی پہ کرو قبضہ یہ ہے پہلی بات
بے اجازت کوئی نزدیک نہ آنے پائے
پانی شبیرؑ کے خیموں میں نہ جانے پائے

اس طرف لشکرِ شبیرؑ کی تھی یہ تصویر
خستہ خیموں میں پریشان تھیں اہلِ تطہیر
زنگ آلودہ تھیں کچھ تیغ و سنان و شمشیر
چند تھے پیر و جواں اور تھے اطفالِ صغیر
معرکہ ہو تو یہ سب فرد تھے گو تھوڑے تھے
اور سامان نہ تھا جنگ کا کچھ گھوڑے تھے

★ حضرت کا اصحاب کو واپسی کا مشورہ

ایک تو دشتِ بلاخیز میں گرمی تھی کمال
دُوسرے پانی کی قِلّت نے کیا تھا بے حال
پیاس کے مارے ہُوا جاتا تھا ہر ایک نڈھال
جو بہت چھوٹے تھے اُن بچّوں کا بچنا تھا مُحال
آسماں شعلہ فِشاں آگ اُگلتی تھی زمیں
لاکھ کوشِش سے بھی پانی نہیں ملتا تھا کہیں
تین دن تک وہ اگرچہ رہے سب بے خور و خواب
پر شہادت کے لئے پیر و جواں تھے بے تاب
پہلے حضرت نے کیا خویش و اقارب سے خطاب
پھر مُخاطِب ہوئے انصار سے یُوں عرش جناب
تُم چلے جاؤ تو اِک آن میں جھگڑا سر ہے
اِن کو درکار حُسینؑ ابنِ علیؑ کا سر ہے

سُن کے فرمان یہ رونے لگے سب پیر و جواں
وہیں قدموں پہ گرے اور کہا اے شاہِ زماں
جان قدموں پہ نکل جائے یہی ہے ارماں
آرزُو یہ ہے کہ ہوں راہِ خُدا میں قرباں!
ٹکڑے ہو جائینگے کٹ جائیں گے مر جائینگے
جان دیدیں گے مگر ہم نہیں گھر جائینگے
اپنے اصحاب کا حضرت نے جو دیکھا ایثار
فرطِ اُلفت سے نمُودار ہوئے اشک اِک بار
پھر یہ فرمانے لگے اُن سے شہِ عرش وقار
شوق سے تُم ہو شہادت کیلئے سب تیّار
رہِ حق کے لئے گھر بار کو چھوڑا تُم نے!
اور مُنہ میری محبّت سے نہ موڑا تُم نے

★ شبِ عاشور کا حال

شکر صد شکر ہیں انصار مرے اہلِ وفا
حاملِ صدق و صفا عاملِ تسلیم و رضا
عمرِ سعد کہ ہے افسرِ افواجِ دغا
اُس نے اعلان کیا ہے کہ ہے کل روزِ وغا
اِس لئے شب کو کرو تیغوں کو تم اپنی صاف
روزِ عاشور کرو صاف یہ میدانِ مصاف

شبِ عاشور کا حال اور مصیبت سُنکر
دِل پگھل جائے وہ آہن ہو کہ یا ہو پتھر
اُسی شب بعض مقامات پہ شاہِ مضطر
چشم پُرنم ہوئے اشکوں کے بہائے گوہر
مُشکلوں میں جو کسی وقت نہ گھبراتے تھے
وہ بھی اُس رات کو غمگین نظر آتے تھے

دیکھا حضرت نے اُسی رات کو اِک مردِ پیر
جس کا ہے قامتِ خم گشتہ کماں کی تصویر
آہیں دِل سوز ہیں نالوں میں بلا کی تاثیر
بیٹھتا ہے کبھی اُٹھتا ہے وہ لیکر شمشیر
کیوں یہ بے چین ہے اور کس لئے گھبراتا ہے
مارنے مرنے کو طیار نظر آتا ہے
ہے حبیب ابنِ مظاہر جسے اُلفت تھی کمال
ساتھ کا کھیلا ہوا متّقی و نیک خصال
وہ وفادار کہ جس کی نہیں دُنیا میں مِثال
عِشق میں ہے شہِ والا کے عجب اُس کا حال
ہو کے مسرور کبھی اور کبھی ہو کر مغموم
چُومتا ہے قدمِ پاکِ امامِ مظلوم

دیکھا حضرت نے جو یہ حال ہوئے اشک رواں
ہو گیا پیشِ نظر عہدِ گذشتہ کا سماں
گو حبیب ابنِ مظاہر کی یہ حالت تھی عیاں
ہنس کے فرمایا کہ کیا فکر ہے اے مونسِ جاں

کہا ہونا ہے حسینؑ ابنِ علیؑ پر قرباں
ہادیٔ دینِ مبین حق کے ولی پر قرباں

رات بھر پھرتے رہے سوئے نہیں شاہِ امام
گئے انصار کے خیموں میں تو دیکھا کہ تمام
صاف کرتے ہیں سنان و سپر و تیغ و نیام
اُن کے اس شوقِ شہادت سے ہوئے شاد امام

مرحبا کہہ کے اُنھیں واں سے جو نکلے حضرت
پہنچے مسلمؑ کے عزیزوں میں وہ باصد حسرت

دیکھا مسلمؑ کے یتیموں کو تو جی بھر آیا
دیر تک پیار کیا اور انھیں فرمایا
تم سلامت رہو سر پہ رہے ماں کا سایا
قاصدِ کوفہ نے پیغام ہے یہ پہنچایا
قتل مسلمؑ کو کیا مارا ہے بچّوں کو بھی
کوفے والوں نے کئے اُن پہ بہت ظلم و ستم
پہنچے جب حضرتِ عبّاسؑ کے خیمے کے قریں
دیکھا گھوڑے پہ ہیں اسوار وہ با صد تمکیں
پوچھا حضرت نے کہ جانے کا ارادہ ہے کہیں
عرض کی حضرتِ عبّاسؑ نے اے قبلۂ دیں
یہ ارادہ ہے کہ میں جاؤں سوئے نہرِ فرات
طالبِ اذن ہوں مدّت سے شہِ نیک صفات

کہا حضرت نے کہ ہو گی وہاں دشمن کی سپاہ
نہر تک جانے کی اس وقت نہ ہو گی کوئی راہ
کہا عباسؑ نے رو کر کہ شہِ عالی جاہ
پیاس سے بچوں کی حالت ہوئی جاتی ہے تباہ
کس طرح پیاس سے اصغرؑ کا سِسکنا دیکھوں
کس طرح بالی سکینہؑ کا بلکنا دیکھوں

گئے پھر بی بیوں کے خیمے میں شاہِ کونین
دیکھا زینبؑ کو ہیں مصروفِ دعا اور بیچین
آہ سینے میں کبھی لب پہ کبھی نام حسینؑ
گر کے سجدے میں وہ کہتی تھیں کہ ربُّ الثقلین
تیری درگاہ میں ہے اب یہ دعائے زینبؑ
بھائی کے قتل کا صدمہ نہ اٹھائے زینبؑ

پھر یہ کہتی تھیں وہ بیٹوں سے بصد رنج و ملال
چمنِ جعفرِ طیّار کے دونوں ہو نہال
میں گئی صدقے مری جان ہے کل روزِ قتال
تمہیں ہر حال میں اِس بات کا رکھنا ہے خیال
تم ہو زندہ تو نہ بھائی پہ مرے آنچ آئے
جان گو جائے مگر آن نہ جانے پائے
رُوئے انور جو نظر آیا تو وہ عاشقِ زار
دوڑ کر بھائی سے لپٹیں کہ میں واری میں نثار
غم و اندوہ کے چہرے سے ہیں ظاہر آثار
خیر ہے کہتی تھیں لے لیکے بلائیں ہر بار
تم سلامت رہو بس میری تمنّا ہے یہی !
میری راحت ہے یہی اور مرا جینا ہے یہی ،

دیکھا حضرت نے کہ خیمے میں ہیں اُمّ کلثومؑ
اشک آنکھوں سے رواں اور بہت ہیں مغموم
ہوئے افسردہ و غمناک امامِ مظلوم
پوچھا کیا بات تھی کس واسطے ہے غم کا ہجوم
اشک آنکھوں سے رواں کیوں ہیں بتاؤ مجھ کو
دلِ پُر درد کی رُوداد سناؤ مجھکو!
روئیں اور بولیں کہ زینبؑ کے ہیں دو لختِ جگر
بڑی بھابھی کے سلامت رہیں ہیں تین پسر
اُمِّ لیلےٰؑ کا بھی ہے ایک تو بیٹا اکبرؑ
ہے جو اولاد سے محروم وہ ہے یہ مضطر
کوئی بیٹا نہیں میرا جسے قرباں کروں
آپ ہی کہیئے نہ کیوں روؤں نہ ارمان کروں

اُس کو سنتے تھے کھڑے خیمے کے باہر عباسؑ
کہہ رہیں تھیں وہ جو شبیرؑ سے باحسرت و یاس
ہو کے بیتاب چلے آئے وہیں اُن کے پاس
کہا خواہر سے نہ گھبرائیے کیوں ہیں بے آس
غمِ اولاد سے دل کو نہ پریشان کریں!
مجھ کو فرزند سمجھ لیں مجھے قربان کریں
پھر گئے خیمے میں بھاوج کے امامِ دوسرا
یاد آئے انھیں بھائی حسنؑ سبز قبا
دل جو بھر آیا تو رونے لگے شاہ شہدا
اور قاسم کو گلے اپنے لگا کر یہ کہا
نورِ دیدہ ہو مرے بھائی کے ثانی تم ہو
کیوں نہ روؤں مرے بھائی کی نشانی تم ہو

اُمِّ لیلیٰ کے جو خیمے میں گئے رشکِ خلیل
دیکھا اکبرؑ کو تو فرمایا مرے اسمٰعیلؑ
تیری قربانی پہ ہے کربُ بلا کی تکمیل
یہ حقیقت ہے جسے جانتا ہے ربِّ جلیل

تیری قربانی سے یاں ہوگا وہ کعبہ تیّار
جس کے ذرّات پہ بھی سجدہ کریں گے ابرار

کہا اکبرؑ نے کہ ہیں آپ امامِ دوسرا
عارفِ لوح و قلم محرمِ اسرارِ خدا
یہ تمنّا ہے مری اور یہ ہے میری دعا
آپ زندہ رہیں میں آپ پہ ہو جاؤں فدا

مجھ کو منظور ہے ظالم جو مرا حال کریں
پر گوارا انھیں وہ آپ کو بے حال کریں

صبحِ عاشور علی اکبر کی اذان

اِسی دَوران میں هنگامِ سَحر آپہنچا

روزِ ظلم وستم وفتنہ وشر آپہنچا

کہا حضرت نے کہ ہنگامِ سفر آپہنچا

قافلہ اپنا سرِ راہ گذر آپہنچا

آکے زینبؑ نے کہا بھائی سحر ہے وقتِ اذاں

دیں اذاں اکبرِ ذیشان کہ ہیں خوش الحاں

صبحِ محشر ہوئی جب دی علیؑ اکبرؑ نے اذاں

فرض سے فجر کے فارغ ہوئے اہلِ ایماں

اپنے خیموں میں گئے ملنے کو سب پیر و جواں

بی بیاں چپ درِ خیمہ پہ کھڑی تھیں حیراں

بھائی اور بیٹے اجازت کے طلبگار تھے سب

کوئی پیادہ کوئی اسوار تھا تیار تھے سب

★ بچوں عون و محمد کا اذن طلب کرنا

برسرِ جنگ تھے اعدا کے عساکر سارے
ہوئے آراستہ اور بجنے لگے نقّارے
تھا رجز خواں کوئی بھرتا تھا کوئی طرّارے
توڑتا تھا کوئی باتوں سے فلک کے تارے
کوئی میداں میں مُبارِز طلبی کرتا تھا
پر کبھی ڈرتا کبھی بڑھتا کبھی ہٹتا تھا
اَہلِ دل فوجِ حُسینیؑ کے تھے خاموش کھڑے
تھے وہ سب سوز سے معمُور پُر از جوش کھڑے
صاحبِ صدق و صفا سارے تھے ہُشیار کھڑے
اذنِ مولا کے لئے تھے ہمہ تن گوش کھڑے
سِن میں گو چھوٹے تھے پر عونؑ و محمدؑ دونوں
اذن کے واسطے بیتاب تھے بے حد دونوں

آ کے حضرت سے یہ کی عرض کہ اے شاہِ زماں
اذن کے ہم ہیں طلبگار کہ ہے یہ ارماں
آپ کے قدموں پہ جاں پہلے کریں ہم قرباں
للہ الحمد کہ ماں کا بھی یہی ہے فرماں
جان بھائی پہ مرے پہلے فدا تم کرنا
حق مرے دودھ کا اِس طرح ادا تم کرنا
سُنا اصحاب نے بچوں نے کیا اذن طلب
دست بستہ کہا مولا ابھی ہم زندہ ہیں سب
اکبرؑ و قاسمؑ و عباسؑ بصد رنج و تعب
عرض کرنے لگے حضرت سے کہ اے شاہِ عرب
ہم رہیں دیکھتے اور فوجِ عدو کا یہ ہجوم
ہو مبارزِ طلب اور لڑنے کو جائیں معصوم

★ علیؑ اکبرؑ اذنِ جنگ

دیکھا اصحاب کو بے تاب تو بولے حضرت
نہیں محتاجِ بیاں ہے جو تمہاری اُلفت
تم میں ہر ایک اگرچہ ہے بڑا باہمت
پر اُدھر دیکھتا ہوں فوجِ عُدو کی کثرت

دردِ دیں کا ہے تقاضا کہ یہ درمان کروں
سب سے پہلے علیؑ اکبرؑ کو میں قربان کروں

علیؑ اکبرؑ نے یہ سُنکر کیا اعلانِ جنگ
ہر طرف سے ہوا آراستہ میدانِ جنگ
تھے جواں سال جو اکبرؑ تو حریفانِ جنگ
خوف سے دیکھتے تھے دور کھڑے شانِ جنگ

عُمرِ سعد نے حُرؑ سے کہا تُم آگے بڑھو!
ہاشمی شیر سے میدان میں دو ہاتھ کرو

نام اکبرؑ کا سُنا اور ہُوا حُرؑ بے تاب
صورتِ شیرِ صفِ فوج سے نکلا بہ شتاب
عُمرِ سعد غُصّے میں کیا اُس نے خِطاب
قتلِ ذُرّیتِ احمدؐ کو سمجھتے ہو صواب
مجھ سے رکھتے ہو یہ اُمّید کہ اکبرؑ سے لڑوں
میں مسلمان ہُوں ہم شکلِ پیمبرؐ سے لڑوں

لکھتے ہیں جوش میں حُرؑ کانپ رہا تھا اس آن
پسرِ اوس ہوا دیکھ کے اُس کو حیراں
پُوچھا حُرؑ سے کہ بتا تو سہی اے شیرِ ژیاں
کیا سبب ہے کہ تُو یُوں کانپ رہا ہے جو یہاں
اہلِ کُوفہ میں نہیں تجھ سا بہادر کوئی
آج دیکھی ہے یہ میداں میں تری بات نئی

کہا حُر نے کہ یہ ہے معرفتِ حق کی جزا
کہ نظر آیا مجھے جلوۂ انوارِ خدا
یہ وہ جلوا ہے کہ بیہوش ہوئے تھے موسیٰ
اپنی آنکھوں سے وہی دیکھا ہے میں نے جلوا

خوفِ خالق سے یہاں لرزہ براندام ہوں میں
اب تو شبیرؑ کا اک بندۂ بے دام ہوں میں

حُبِ دُنیا کے لیئے دین سے بے زار ہو تم
بخدا آتشِ دوزخ کے سزاوار ہو تم
سخت بے رحم و جفاکار و گنہگار ہو تم
قتلِ اولادِ نبیؐ کے لیئے طیار ہو تم

حق مودّت کا ادا خوب کیا ہے تم نے
اجر یہ اُن کی رسالت کا دیا ہے تم نے

عُمرِ سعد نے حُر کی جو سُنی یہ گُفتار
کہا یاں نقد ہے سودا تو وہاں پہ ہے اُدھار
یاں حکومت ہے نہیں دولتِ دُنیا کا شمار
اِک مُسافر کیلئے مرتے ہو تم کیوں بے کار
ایسے سودے ہیں ہو کچھ فائدہ تو فرماؤ
ہم ہی بھٹکے سہی تم راہ ہمیں بتلاؤ
کہا حُر نے کہ ہیں اِس سودے کے جو سوداگر
دے کے وہ عزّت و جاں مال و زر و لعل و گُہر
مول لیتے ہیں یہ سودا کو لُٹا دیتے ہیں گھر
اِس کا دُنیا میں نہ کچھ نفع ہو لیکن مر کر
اِس کی عقبےٰ میں ہمیشہ وہ جزا پاتے ہیں
یعنی اللہ و محمّدؐ کی رضا پاتے ہیں

حُر کا حضرت کی خدمت میں آنا

یہ کہا اور کیا گھوڑے کو اپنے مہمیز
شوقِ دیدارِ حُسینی تھا بہت ولولہ خیز
اُلفتِ پنج تنِ پاک سے دل تھا لبریز
دلِ بے تاب میں تھا موج زناں شوقِ ستیز

خدمتِ شاہ میں حاضر وہ وفادار ہوا
اذن کا قدموں پہ سر رکھ کے طلبگار ہوا
شہِ ذیجاہ نے قدموں سے اُٹھایا اُس کو
اور بڑے پیار سے سینے سے لگایا اُس کو

مُوردِ مرحمتِ خاص بنایا اُس کو
پھر یہ فرماتے ہوئے پاس بٹھایا اُس کو
بُھوکا پیاسا ہُوں میں کیا خاطرِ مہماں کروں
اور مُدارات کا کس طرح سے سامان کروں

★ شہادتِ حُرؑ

جنگ کا اذن لیا اور حُرِ دل گیر چلا
ہو کے بے تاب بہت عاشقِ شبیرؑ چلا
سر بکف ہاتھ میں تھامے ہوئے شمشیر چلا
صفتِ شیرِ سُوۓ لشکرِ بے پیر چلا

کہا مہمانی کا مولا وہاں ساماں ہو گا
جبکہ فردوس میں حُرؑ آپ کا مہماں ہو گا

یہ کہا اور صفِ دشمن میں در آیا وہ دلیر
فوجِ دشمن میں جدھر پہنچا وہ بپھرا ہوا شیر
مار کر پیادہ و اسوار بہت کر دیئے ڈھیر
آخر اعدا نے لیا نرغے میں اُس شیر کو گھیر

ابو ایّوب کی ضربت سے ہوا حُرؑ آزاد
دارِ دنیا سے وہ فردوس میں پہنچا دل شاد

عقبِ فوج کھڑا تھا عمرِ سعدِ لعیں

حیلہ جُو حیلہ گر و خیرہ سر و سفلہ و دُوں

دیکھکر فوج کا یہ حال بہُت تھا محزوں

بولا یُوں فوجِ حُسینؑی کو وہ کرکے مطعوں

باغیوں کو تو نہ بھیجواؤ لڑائی کے لئے

ہو جواں مردِ تو خُود آؤ لڑائی کے لئے

پھر وہ کہنے لگا اِس طرح سے ظالمِ مکّار

دیکھنے کو تو حُسینؑ ابنِ علیؑ کے غمخوار

ہاشمی بھی ہیں مُہاجر بھی ہیں اور ہیں انصار

جو ہیں جاں بازو شجاع اور دلیر و جرّار

اسلم و عوسجہ و جابر و جعفر ہیں کہاں

قاسمؑ و اکبرؑ و عبّاسؑ دلاور ہیں کہاں

سُن کے یہ طعن ہُوا فوجِ حُسینیؑ کا یہ حال
نکلے پیر اور جواں تیغ بکف بہرِ قتال
سب کے سب متّقی و عابد و فرخندہ خصال
نیک دل نیک نظر نیک عمل نیک مآل
آئے شبیرؑ کی خدمت میں وہ سب متوالے
بادۂ شوقِ شہادت کے وہ پی کر پیالے
اذن لینے کے لئے شہ سے جو آئے اکبرؑ
دست بستہ کہا قاسمؑ نے یہ آگے بڑھ کر ★
ابھی زندہ ہے یہ اکبرؑ کا غلامِ کمتر
پہلے مولا مجھے دیں اذنِ جہادِ اکبر
ہے یہی میری دُعا اُن پہ نہ آنچ آئے کبھی
اور تا دیر سلامت رہیں ہم شکلِ نبیؐ

★ حضرت قاسمؑ کی عمر ۱۳ سال

بات قاسم کی یہ سن کر علی اکبر نے کہا
رہو تم دہر میں زندہ و سلامت بھیّا
اور بھائی مرے جیتے ہیں نہیں میں تنہا
نہیں جز آپ کے باقی کوئی تایا کا رہا

**رہو تم تایا کی دنیا میں نشانی باقی**
**خوش و خرم رہو تم باپ کے ثانی باقی**

کہا قاسم نے مجھے پہلے فدا ہونے دیں
مرے بابا کی وصیت کو ادا ہونے دیں
پورا قولِ حسن سبز قبا ہونے دیں
آرزو پوری مری بہرِ خدا ہونے دیں

**• آبدیدہ ہوئے شبیر یہ سن کر تقریر**
**اذن اکبر کو دیا اور کہا ہے یہ تقدیر**

* [illegible]

اذن لے کر سرِ میداں علی اکبرؑ آئے
غُل ہُوا فوج میں لو آپ پیمبرؐ آئے
کوئی کہتا تھا نہیں حیدرِ صفدرؑ آئے
پیشوائی کے لئے حضرتِ شبّیرؑ آئے

بولا ہاتف پسرِ ابنِ علیؑ آتے ہیں
حق نمائی کے لئے حق کے ولی آتے ہیں

سامنے آئے جو اکبرؑ تو ہوئی اِک ہل چل
دیکھ کر اُن کو پریشان ہوئے اہلِ مقتل
سوچتے تھے یہ شقی کیسے کریں جنگ و جدل
عُمرِ سعد مُشوّش تھا بہت اور بے کل

دیکھ کر فوج کا یہ حال وہ گھبراتا تھا
سامنے خود علی اکبرؑ کے نہیں آتا تھا

اپنے لشکر سے یہ کہتا تھا وہ ہو کر برہم
کس لئے بھول گئے تم کو وہ سب جود و کرم
منصب و خلعت و انعام و زر و جاہ و حشم
گھیر لو تم علی اکبرؓ کو سبھی ہو کے بہم
جب نہ سنتا تھا کوئی یہ کہ وہ کیا کہتا تھا
ہو کے مجبور وہ خاموش کھڑا رہتا تھا
اس کی کچھ بوالہوسوں نے جو سنی یہ تقریر
ہوئے آمادۂ پیکار وہ بے پیر و شریر
پہلے منقذ نے اٹھائی جو سنان و شمشیر
گرم اس طرح ہوا معرکۂ دار و گیر
خنجر و نیزہ و شمشیر چلانے کے لئے
آئے تصویر محمدؐ کو مٹانے کے لئے

یا علیؑ کہہ کے جو اکبرؑ نے اُٹھائی تلوار
کاٹ کر رکھ دیئے رن میں کئی پیادے اسوار
الاماں کہتی تھی اور ہٹتی تھی فوجِ اشرار
ہوئے جاتے تھے قیامت کے نُمایاں آثار
بھاگ جانے کا نہ رستہ جو نظر آتا تھا
ایک سے دُوسرا آپس ہی میں ٹکراتا تھا
فوجِ دُشمن کی پریشانی کا تھا یہ عالم
وہ ہراساں تھے جواں جنگ کا بھرتے تھے جو دم
کون تھا ایسا کرے تیغ کو اپنی جو علم
الاماں پیر و جواں کی تھا زباں پہ پیہم
جا بجا ڈھیر تھے ٹوٹی ہوئی تلواروں کے،
ہوش باقی تھے نہ پیادوں کے نہ اسواروں کے

عُمرِ سعد ہزیمت سے ہراساں تھا بہت
سوچتا تھا کوئی تدبیر پریشاں تھا بہت
دِل بڑھانے کے لئے فوج کا کوشاں تھا بہت
بس نہ چلتا تھا اگرچہ سروساماں تھا بہت
کہا لشکر سے نہ تم عہدہ برآ ہو گے کبھی
تِیر بارانی کرو دُور سے اکبرؓ پہ سبھی
تیر بارانی جو کرنے لگے ظالم بے پیر
اور مِٹانے لگے دُنیا سے نبی کی تصویر
علی اکبرؓ کے جہاں پہلو میں پیوستہ تھے تیر
ماری برچھی وہیں منقذ نے دیا پہلو کو چیر
دل کے ٹکڑے ہوئے گھوڑے سے گرے غش کھا کر
آئے شبیرؑ جو لاشے پہ تو دیکھا آ کر

خاک اور خون میں غلطاں ہے پڑا ماہ لقا
اناللہ پڑھا آپ نے اور فرمایا
شکر صد شکر ہوا اب مرا اکبرؑ بھی فدا
اس مشیت پہ خدا کی میں ہوں راضی برضا
راہِ حق میں ہوا قربان مرا اسماعیلؑ
میری قربانی کو منظور کرے ربِّ جلیل

بعد اکبرؑ کی شہادت کے جو قاسمؑ آئے
کھول کر بازو سے بابا کی وصیت لائے
خدمتِ شاہ میں استادہ تھے سر نیہوڑائے
دل میں کہتے تھے یہی اذنِ وغا مل جائے
پوچھا حضرت نے کہ آئے ہو اجازت کیلئے
عرض کی تشنہ ہوں اک جامِ شہادت کیلئے

★ شہادتِ حضرت قاسمؑ

اذن حاصل کیا اور چل دیئے سوئے میدان
حسرتیں دل میں لئے اور ہزاروں ارماں
غم و اندوہ کے سینے میں دبائے طوفاں
نیزہ کندھے پہ تھا اور ہاتھ میں تیغ بُرّاں

خشم آلودہ نگاہوں سے قضا کی صورت
آئے دشمن کی طرف قہرِ خدا کی صورت

لاش پہ لاش گری سر پہ گرا سر آکر
ڈھونڈتی پھرتی تھی دشمن کو قضا گھبرا کر
صفِ دشمن سے جو بھاگا وہ گرا غش کھا کر
عمرِ سعد نے اک شامی سے یہ چلّا کر

کہا قاسمؑ کی کرو جلد کوئی اب تدبیر
ورنہ پل بھر میں پلٹنے کو ہے سب کی تقدیر

سن کے اس شامی نے بھجوائے پسر اور غلام
اُن کا اک حملے میں قاسمؑ نے کیا قصّہ تمام

انگلیاں منہ میں دبائے ہوئے سب اہلِ شام
ایک سے ایک تعجّب سے یہ کرتا تھا کلام

کمسنی میں بھی یہ عالم ہے علیؑ کے گھر کا
وہی قوّت ہے وہی دبدبہ ہے حیدرؑ کا

پھر وہی شامی لئے تیغ بچشمِ پُرخوں
خود ہوا حضرتِ قاسمؑ کے مقابل ملعوں

لاشے بیٹوں کے جو دیکھے تو ہوا حال زبوں
ہوش مارے گئے اور سر پہ چڑھا اس کے جنوں

گو رجز خوان تھا اور لاف زنی کرتا تھا
دیکھ کر بیٹوں کا انجام مگر ڈرتا تھا

اُسی حالت میں جو ظالم نے اُٹھائی تلوار

اُس کو قاسمؑ نے کیا وار سے پہلے فی النّار

ہو کے دو ٹکڑے گرا گھوڑے سے جب وہ خونخوار

مرحبا کہتے تھے بے ساختہ پیادے اسوار

عُمرِ سعد نے للکار کے لشکر کو کہا

گھیر لو ابنِ حسنؑ کو سبھی ہو کر یکجا

سُن کے یہ حُکم بڑھے چاروں طرف سے وہ لعین

ایک تھے قاسمؑ دیندار ہزاروں بے دیں

تیرہ دل خیرہ سر و شوم و شقاوت آئیں

مِل کے سب ٹوٹ پڑے اہلِ جفا از سرِ کیں

حملے ہر سمت سے جب اہلِ جفا کرتے تھے

قاسمِؑ خستہ جگر شکرِ خُدا کرتے تھے

★ مخالف صاحبان کی شہادت

لکھتے ہیں شیث نے پہلو میں جو نیزا مارا
باپ کی طرح جگر ہوگیا پارا پارا
گرے گھوڑے سے رواں خوں کا ہُوا فوّارا
لاشِ قاسمؑ پہ اکٹھا ہُوا لشکر سارا
کہ نیا زیرِ فلک یہ سِتم ایجاد کرے
لاشِ قاسمؑ کرے پامال یہ بیداد کرے

ہُوئے پھر اذن طلب ابنِ خُضیرؓ قاری
واضحؓ و رافعؓ جونؓ و عمرؓ الانصاری
گئے جنت میں یہ سب مار کے صد ہا ناری
جنگ کے واسطے عبداللہؑ نے کی تیّاری
سترّہ دن ہُوئے شادی کو تھے دل میں ارماں
اور حنا بندی کے ہاتھوں پہ تھے موجود نشاں

لہ عبداللہ جو وہب کلبی کے نام سے غلط مشہور ہیں۔ اصل میں وہب کلبی کے سوتیلے بھائی تھے!

برق ساں اُس نے جو میداں میں چلائی شمشیر
گرم میداں میں ہوا معرکۂ دار و گیر
لیکے پھر تیغ و سناں ٹوٹ پڑے سب بے پیر
ہوا زخمی وہ بہت لائے اُسے کرکے اسیر
عُمرِ سعد نے نوشاہ کا سر کٹوایا
ستم ایجاد نے خیموں کی طرف پھنکوایا

★ مادرِ عبداللہ کلبی کی بہادری

وہبِ کلبی کی مگر ایسی جری تھی مادر
فوجِ اشرار کو واپس کیا فرزند کا سر
مارے اُس وقت میں اسوار و پیادے اکثر
تذکرہ اِس کا ہے تاریخ و سِیَر کے اندر
صفِ نسواں میں نہ ہوگی کوئی مادر ایسی
صاحبِ جرأت و جرّار و دلاور ایسی

★ عبداللہ کی دلھن کی شہادت

لکھتے ہیں نعش پہ عبداللہ کے پہونچی دلھن
کرکے پھر چاک گریباں بصد رنج و محن

کرتی تھی نالہ و فریاد و بکا و شیون
اُس کے اِس حال پریشاں پہ تھی گریاں دشمن

جس گھڑی لاشے پہ شوہر کے یہ کرتی تھی بیاں
ساتھ لے جاؤ مجھے چھوڑ کے جاتے ہو کہاں

شمر کے پاس تھا اک بردہ حبشی آزاد
جابر و ظالم و سفاک و شقی و جلاد

چوبِ خیمہ کو لیا شمر کا سنکر ارشاد
سر پہ دولھن کے اُسی چوب سے کی یہ بیداد

ماری اِس زور سے بے خوف و محابا اُس نے
ساتھ دولھا کا بھی تڑپا دیا لاشہ اُس نے

★ حبیب ابن مظاہر کا اذن جنگ

چوبِ خیمہ سے دلھن ہو گئی ایسی بسمل
جاں بحق ہو کے شہیدوں میں ہوئی وہ شامل
تیغیں کھینچے ہوئے واں پہنچے یہ دو اہلِ دل
حنظلہ اور جنادہ وہ یلانِ کامل

کیا پہلے تو غلامِ حبشی کو فی النار
اور پھر قتل کیے سینکڑوں پیادے اسوار

الغرض راہیِ جنت ہوئے یہ سب سیاف
منتظرِ خلد میں تھیں دیر سے حورانِ عفاف
دیکھ کر جذبہ جوانوں کا پھر اک پیرِ ضعاف
خدمتِ شاہ میں آیا وہ پئے اذنِ مصاف

تھے ضعیفی میں بھی اس شیر کی صورت سے عیاں
صولت و دبدبہ و عظمت و حشمت کے نشاں

دست بستہ کہا حضرت سے کہ طیار ہوں میں
دیجئے اذن شہادت کا طلب گار ہوں میں
نام لیوا ہوں اسی گھر کا پرستار ہوں میں
آرزو یہ ہے فدائے شہِ ابرار ہوں میں
آخری حضرتِ زینبؓ سے مرا کہیئے سلام
ہو اجازت تو درِ خیمہ پہ حاضر ہو غلام

★ حضرت زینبؑ کی خدمت میں حبیبؓ کی گذارش

جب یہ حضرت سے سنا ہوگئیں زینبؓ بیتاب
درِ خیمہ پہ یہ کہتی ہوئیں آئیں بشتاب
کیا چلے جائیں گے بھائی کے یہ سارے احباب
چھوڑ کر یوں انھیں تنہا جو ہیں مظلوم و مصاب
آکے پوچھا کہ حبیبؓ آپ بھی ہوتے ہو جدا
کہا مخدومہ نہیں ہوتا ہوں آقا پہ فدا

کس طرح کوئی مٹائے نہیں مٹتی تقدیر
ساعتِ چند کے مہمان ہیں خود بھی شبیرؑ
ہے یقیں آپ کو لیجائیں گے پھر کر کے اسیر
اور اِس دشت سے تا شام کرینگے تشہیر
گھوڑے لاشوں پہ شہیدوں کی یہ دوڑائیں گے
ستم ایجاد ہیں کیا کیا نہ سِتم ڈھائیں گے
عرض کرنے لگا پھر خدمتِ اقدس میں حبیبؓ
قافلہ آپ کا جب پہنچیگا کوفے کے قریب
ہوگا واں طفلِ صغیر ایک یتیم اور غریب
بے کس و بے پدر و خستہ و حرماں نصیب
کہیں مل جائے اگر پاس اُسے بُلوا کر
ساتھ رکھیئے گا اُسے حال مرا بتلا کر

مَیں نے کوفے میں اُسے چھوڑا بہ تعجیلِ کمال
اور یہاں آیا مَیں شبّیر کا سُن کر احوال
اُس سے کہتیگا کرے کچھ نہ یتیمی کا ملال
دل میں رکھے مرے آقا کے یتیموں کا خیال
اُسے ڈھونڈ وایئے گا شہر کے ناداروں میں
پھرتا ہوگا وہ کہیں کوفے کے بازاروں میں

★ حبیب کی شہادت

پہنچا میدان میں پھر فوجِ عُدو کے سر پر
ہو کے شمشیر بکف گرچہ وہ تھا خستہ جگر
ہاتھ کمزور تھے دِل تھا صفتِ شیر مگر
تیر آتے تھے چلے اور وہ تھا سینہ سپر
ضعفِ پیری سے گِرا جاتا تھا اور پُشت تھی خم
حملہ آور وہ عُدو پر تھا مثالِ ضیغم

شوذب عابس کی جنگ

خلق شبیرؑ کا وہ شیفتہ و دل دادہ
سینکڑوں جس نے کئے قتل سوار و پیادہ
مست تھا شوق شہادت کا وہ پی کر بادہ
گرا زیں سے تو رہا تیر دل پہ جسم استادہ
طالب منزل عقبیٰ تھا بہ تعجیل رواں
نیک اعمال تھا کندھوں پہ نہ تھا بار گراں

اُس گھڑی فوج حسینیؑ میں ہُوا جوش و خروش
فوج اشرار نے یہ دیکھا تو اُڑنے لگے ہوش
صف اعدا کے سپاہی ہُوئے اکثر رُوپوش
نکلے میداں میں یہ انصار جو ہو کر ہمدوش
شوذب و عابس و نافع و سوید و ضرغام
جن کی شمشیر زنی مانتے تھے کوفہ و شام

عمرِ سعد نے یہ دیکھ کے بھجوائی سپاہ
اور کہنے لگا اُس سے وہ ذلیل و گمراہ
خیموں کو آلِ نبیؐ کے کرو تاراج و تباہ
تاکہ شبیرؑ کسی جگہ میں پائیں نہ پناہ

مشعلیں لائے شقی سوئے حرم گاہِ حسینؑ
آئے اصحابؓ اُنھیں روکنے ہمراہِ حسینؑ

★ سوید کی جاں بازی

فوجِ حضرت سے کوئی تیر و کماں لیکے چلا
گُرز اور تیغ و تبر لے کے کوئی ٹوٹ پڑا
ہوئی خیموں میں وہاں ایک قیامت برپا
جب کسی نے کہا مارے گئے شاہِ شُہدا

لکھتے ہیں زخموں سے تھا چور سُویدِ جاں باز
طاقتِ جنگ ہی باقی تھی نہ تابِ تگ و تاز

★ ذکرِ نمازِ ظہر

تھا وہ لاشوں میں پڑا زخموں سے ہو کر بےچین
جب سُنا اُس نے کہ مارے گئے شاہِ کونین
لوٹتا لوٹتا کہتا ہُوا آئے وائے حُسینؑ
اِک چُھری لے کے چلا آیا صفوں کے مابین

مرتے مرتے بھی یہ حرؓ نے کی جاں بازی
مار کر بیسیوں جنّت کو سدھارا غازی

اُس گھڑی حضرت شبیرؑ بہت تھے بےحال
تھا مگر ظُہر کا اُس حال میں بھی دل میں خیال
آئے میداں میں جو واپس تو ہُوا وقتِ زوال
کہا اصحاب سے حضرت نے بہ صد رنج و ملال

ظُہر کا وقت خُدا را نہ قضا ہو جائے
بس کسی طرح سے یہ فرض ادا ہو جائے

بولے انصار کہ اے قبلۂ دیں فوجِ شریر
تیر برسائے گی جب آپ کہیں گے تکبیر
لگے کہنے یہ زہیرؓ اور سعیدؓ دل گیر
جب پڑھائیں گے نماز آپ تو ہم روکیں گے تیر
مرحبا کہہ کے اُنھیں شاہ نے یہ فرمایا
ہم جو لڑتے ہیں تو لڑتے ہیں پئے دینِ خُدا
کی اقامت سرِ میداں جو شہِ والا نے
گمرہانِ ازلی تیر لگے برسانے
سامنے اُن کے سعیدؓ آ گئے سینہ تانے
کیسے تھے شمعِ امامت کے یہ سب پروانے
جاں بحق ہو گئے تیروں سے وفادار سعیدؓ
جب یہ دیکھا تو سُوئے خیمہ چلی فوجِ یزید

★ عزیزانِ مسلم کی شہادت

کیا پھر ظہر کو حضرت نے بصد شکر تمام
دوڑے خیموں کی طرف ملکے سب اصحابِ امام
فوجِ اشرار کو فوراً کیا پسپا ناکام
اذن لیکر چلے مسلم کے عزیزانِ کرام

مارا میدان میں اک نعرۂ جو باری باری
فوجِ دشمن ہوئی شیروں سے ہراساں ساری

صفِ دشمن پہ لئے تیغ و سناں ٹوٹ پڑے
میسرہ پر وہ کبھی میمنہ پر جا کے لڑے
پیچھے دشمن کے کبھی اور کبھی آگے کو بڑھے
مارے چُن چُن کے وہ مغرور جو سرکش تھے بڑے

تیغ زن ایسے تھے دی دادِ شجاعت سب نے
اور عدو ڈر کے لگے پیچھے سرکتے دب نے

یہ وفادار بھی جب ہو گئے راہیِ ارم
کہا زینبؑ نے کہ مارے گئے شہ کے ہمدم
خدمتِ شاہ میں آئیں لئے بیٹوں کو بہم
عرض کی آپ کو اللہ و محمدؐ کی قسم
اب نہ انکار کریں ہوگا مجھے رنج و ملال
میرے دو بیٹے یہ حاضر ہیں پئے جنگ و قتال

دیکھی جب حالتِ زینبؑ نہ رہی تاب و تواں
اور بے ساختہ آنکھوں سے ہوئے اشک رواں
کہا قربانی کا ان کی جو تمہیں ہے ارماں
ابھی کم سن ہیں بہت بس ہے مجھے یہ ماں
کب گوارا ہے مجھے قتل کریں ان کو عدو
اور مرے سامنے دونوں کا بہائیں وہ لہو

دست بستہ یہ لگے کہنے وہ دونوں معصوم
آپ فرماتے ہیں جب اِس کو جہادِ محتوم[1]
اِس سے راضی ہے خُدا ہم کو بھی ہے یہ معلوم
کِس لئے ایسی سعادت سے رہیں ہم محروم

آپ کہتے ہیں یہ مرنا ہے سدا کا جینا
ہے حیاتِ ابدی جامِ شہادت پینا

سُن کے بچوں کی یہ شائستہ و شُستہ تقریر
لگے فرمانے گلے اُن کو لگا کر شبیر
اِس شہادت کی نہ ہوگی کوئی دُنیا میں نظیر
ہوگی اسلام کے مسلک کی یہ زندہ تصویر

واقعہ یہ جو مجالس میں سماعت ہوگا
نوجوانوں کے لئے درسِ شجاعت ہوگا

[1] حتمی

اذن مل جانے پہ وہ بچے رجز خواں نکلے
نیمچے ہاتھوں میں لے کر سرِ میداں نکلے
کہا زینبؑ نے یہ خیمے سے وہ جب آن نکلے
بیٹیو شکرِ خدا ہے مرے ارماں نکلے

فوجِ دشمن میں ہوا ششدر و حیراں کوئی
دیکھ کر اُن کو ہوا انگشت بدنداں کوئی

★ عمر سعد سے عون و محمد کا مکالمہ

عمر سعد نے اُن بچوں سے پوچھا بڑھ کر
تم نے بچپن میں یہ کیوں باندھی ہے مرنے پہ کمر
یہ بتاؤ کہ ہیں شبیرؑ کے انصار کدھر
کیا ہوئے حضرتِ عباسؑ وہ میرِ لشکر

کوئی باقی نہیں کیا فوج میں لڑنے کیلئے
ننھے بچوں کو یہ کیوں بھیجا ہے مرنے کیلئے

عُمرِ سعد سے کہنے لگے دونوں ذیشان
تُو یہ کیا کہتا ہے او دشمنِ دین و ایمان
ہے کمر بستہ پئے قتلِ امامِ دو جہان
جن کے نانا پہ اُتارا ہے خُدا نے قرآن
جن کو شانوں پہ محبّت سے چڑھاتے تھے رسُولؐ
گرچہ سجدے میں ہوں پر سر نہ اُٹھاتے تھے رسُولؐ
کہہ کے یہ جعفری شیروں نے اُٹھائی تلوار
فوجِ دشمن میں در آئے جو تھی چالیس ہزار
ہر اک حملے میں محمّدؑ نے کیئے دس فی النار
عونؑ نے بیسؑ اسی طرح سے مارے اشرار
زخمی جب ہو گئے زینبؓ کے یہ پیارے دونوں
فوج کے ہاتھ سے آخر گئے مارے دونوں

## ★ حضرت عباسؑ کی شہادت

اُس گھڑی حضرتِ عبّاسؑ بصد رنج والم
آئے شبّیرؑ کی خدمت میں لئے مشک و علم
عرض کرنے لگے حضرت سے کہ اے شاہِ اُمم
اب نہیں تاب مجھے خالقِ اکبر کی قسم
روبرو میرے کرے ظُلم و ستم فوجِ عدو
میری آنکھوں سے ٹپکتا ہے جگر ہو کے لہو

سُنا جب حضرتِ عبّاسؑ کا اِصرارِ تمام
اذن کے دینے پہ آمادہ ہوئے شاہِ انام
تھام کر آپنے عبّاسؑ کے گھوڑے کی لگام
اُمِّ کلثومؑ کا بھائی کو دیا یہ پیغام
مُنتظِر اب درِ خیمہ پہ تمھاری ہے بہن
پانی بچّوں کے لئے لانا جو پیاری ہے بہن

اذن لے کر جو چلے نہر کو عبّاسؓ حزیں
آسماں لرزہ بر اندام تھا ہلتی تھی زمیں
یوں دیکھنے لگے دیکھا جو انھیں چیں بہ جبیں
عمرِ سعد کہیں شمر کہیں فوج کہیں

فوجِ دشمن پہ تھا چھایا ہوا پہلے ہی ہراس
دیکھ کر شیر کو جاتے رہے باقی کے حواس
مونس و ہمدم و ہمراز و پرستارِ حسینؑ
پسرِ حیدرِ کرّار و وفادارِ حسینؑ
یعنی سقائے سکینہؓ و علمدارِ حسینؑ
آیا دشمن کے مقابل جو مددگارِ حسینؑ
دیکھا بھیڑوں کو تو لی شیر نے اک انگڑائی
فوجِ دشمن پہ نظر چاروں طرف دوڑائی

کر کے گھوڑے کو وہ مہمیز چلے سوئے فرات
راستہ روکنے کو آگے بڑھے سب حشرات

ہٹ گئے پیچھے جو اس شیر نے مارا اک ہات
دیکھتے رہ گئے اور مُنہ سے نہ نکلی کوئی بات

شیر پہنچا جو لبِ نہر عدو تکتے تھے
شرم سے آب تھے اور کچھ نہیں کر سکتے تھے

بھر کے مشکیزہ سوئے خیمہ چلے جب جرّار
دیکھتے ہیں ٹوٹ پڑے اُن پہ ہزاروں اشرار

اُس گھڑی حضرتِ عباسؓ کی وہ حالتِ زار
کیا بیاں ہو کہ نہیں تابِ سُخن دل ہے فگار

تیر پیوستہ تھے آنکھوں میں تو بازو تھے جُدا
اور دانتوں سے وہ تھامے ہوئے تھے مشکیزا

مشک چھلنی ہوئی تیروں سے ہوا آب رواں
گرے گھوڑے سے لگا سر پہ جو اک گرزِ گراں
ہو گیا آنکھوں میں گو تیرہ و تاریک جہاں
تھا سکینہؑ کی مگر پیاس کا دل میں ارماں
روکے فرماتے تھے کیا خیمے میں جائے عبّاسؑ
کس طرح پیاسوں کو مُنہ اپنا دکھائے عبّاسؑ

لاش پر حضرتِ عبّاسؑ کی آئے شبّیرؑ
دیکھا آنکھوں سے رواں خُون ہے پیوستہ ہیں تیر
دست و بازو و علم مشک و سنان و شمشیر
بر سرِ راہ پڑے دیکھے تو شاہِ دلگیر
روکے فرماتے تھے عبّاسؑ کمر توڑ گئے
پیاسے بچے درِ خیمہ پہ کھڑے چھوڑ گئے

چاہا حضرت نے کریں جنگ کا اب خود آغاز

آئی خیمے سے مگر آہ و بکا کی آواز

پہنچے خیمے میں بہت جلد شہنشاہِ حجاز

جاں بلب دیکھا کہ ہے پیاس سے پژمردہ ناز

لے کے اصغرؓ کو جو میداں میں چلے آئے حسینؑ

حشر برپا ہوا کہتے تھے ملک ہائے حسینؑ

کر کے اصغرؓ کو بلند آپ نے یہ فرمایا

ہے یہ بے حال کہ اس نے نہیں پانی پایا

دودھ بھی ماں کا نہیں اس کو میسر آیا

پانی پلوانے کو میں اسکو یہاں پر لایا

دیکھو پیاسا بھی ہے بے شیر بھی معصوم بھی ہے

ہے جگر گوشہ محمدؐ کا یہ مظلوم بھی ہے

یہ کسی مذہب و ملت میں گنہگار نہیں
خود پلا دو اِسے پانی مجھے درکار نہیں
میں خطاوار سہی یہ تو خطاوار نہیں
رحم تجھ میں مگر اے قومِ ستمگار نہیں
ایسے معصوم کی سُنتا نہیں فریاد کوئی
پانی پلوا دے اِسے صاحبِ اولاد کوئی
فوجِ دُشمن میں ہوئی ایک قیامت برپا
پیٹتا تھا کوئی کرتا تھا کوئی آہ و بکا
کوئی حضرت کی طرف لیکے چلا مشکیزا
تھا ہراساں عُمرِ سعد کہ اب کیا ہوگا
تذکرہ فوج میں تھا خوفِ خُدا کا ہر سُو
رنگ بدلا ہوا تھا ارض و سما کا ہر سُو

یوں پکارا عمرِ سعد بہ آوازِ بلند

دوں گا اک تیر لگانے کا میں انعام دو چند

حرملہ کوفی کہ انعام کا تھا خواہشمند

بندۂ زر تھا فقط حرص و ہوا کا پابند

سن کے دو شاخ کا اک تیر چلایا اس نے

ایسے تیروں کو تھا کوفے میں بنایا اس نے

بے خطا حلق میں بے شیر کے جب تیر لگا

عرش تھرایا ملک کرنے لگے واویلا

گر گئیں خیمے میں غش آمِ ربابؓ و لیلیٰؓ

بی بیوں میں ہوا اک شورِ قیامت برپا

بازوِ حضرتؑ کا تو اصغرؑ کا گلا چیر گیا

آپ پیکان پیا خلد کو بے شیر گیا

گر کے سجدے میں کہا شاہ نے اے ربِّ جلیل
تو ہے یکتا کہ تری ذات ہے بے مثل و عدیل
میں ہوں اک بندۂ ناچیز ترا عبدِ ذلیل
میرا سرمایہ حقیر اور بضاعت ہے قلیل
تیرے رستے میں ہے جو کچھ وہ فدا ہو جائے
پر کسی طرح مرا وعدہ وفا ہو جائے
اُٹھے سجدے سے تو سجادؑ کو پھر بلوایا
مُقتضا فرضِ امامت کا انہیں سمجھایا
انبیاء کے جو تبرک تھے انھیں منگوایا
کر کے سب اُن کو حوالے انھیں یہ فرمایا
حق نے اب تم کو کئے ہیں یہ کرامت بیٹا
تم ہو اب وارثِ اعزازِ امامت بیٹا

بعد میرے ہو امامت کے سزاوار تمہی
عارفِ رمزِ خدا واقفِ اسرار تمہی
نہ دوا اور نہ غذا لیں ہو وہ بیمار تمہی
پا پیادہ جو پھرو گے ہو وہ ناچار تمہی
سہنا سب جور و ستم شکرِ خدا تم کرنا
بخششِ اُمتِ احمدؐ کی دعا تم کرنا

★ گھوڑے سے ارشاد

کر کے ارشاد یہ جب آئے وہ گھوڑے کے قریں
دیکھا ہے فرطِ غم و رنج سے گریاں وہ حزیں
پوچھا کیا موت سے ڈرتا ہے جو ہے یوں غمگیں
بے زباں نے یہ اشاروں سے کہلائے شہِ دیں
موت کے خوف سے مولا میں نہیں روتا ہوں
ہے یہ غم آپ کے قدموں سے جدا ہوتا ہوں

★ حضرت زینبؑ کا رکاب تھامنا

جس گھڑی گھوڑے پہ اسوار لگے ہونے امامؑ
دیکھتے تھے درِ خیمہ پہ شہِ تشنہ کام
ہو کوئی ایسا کہ جو آکے رِکاب آپ کی تھام
اُس گھڑی حضرتِ زینبؑ نے کیا آکے سلام

کہا تنہائی کے صدقے گئی بھائی زینبؑ
تھامنے کو یہ رِکاب آپ کی آئی زینبؑ

بھائی کی زینبؑ دل گیر نے تھامی جو رِکاب
دونوں آنکھوں سے ہوئے اشک رواں مثلِ سحاب
آتشِ رنج و الم سے دلِ نازک تھا کباب
نہ تھی رفتار کی طاقت نہ تھی گفتار کی تاب

بیکسی دیکھ کے بھائی کی کھڑی تھیں خاموش
فرطِ غم سے وہ ہوئی جاتی تھیں بیخود بے ہوش

## روانگیِ حسینؑ

✱

ہوئے جب گھوڑے پہ اسوار امامِ دُوسرا
تھے اکیلے نہ سپاہ اور نہ کوئی لشکر تھا

(البتہ) جوق در جوق ملائک تھے جِلو میں صد ہا
سر جھکائے ہوئے تھا ورد زباں صَلِّ علیٰ

آسماں بھی پئے تعظیم جھکے جاتے تھے
ہمرکاب آپ کے جبرئیل چلے آتے تھے

یوں سراپائے حسینیؑ تھا جلالت آثار
رُخِ انور سے نکلتے تھے مُسلسل انوار

صف بہ صف ساتھ ملائک تھے یمین اور یسار
محوِ حیرت تھی کھڑی دیکھتی فوجِ اشرار

اِس تجمل سے حسینؑ ابنِ علیؑ آئے تھے
جنگِ احزاب میں جوں حق کے ولی آئے تھے!

★ نمبر (۱۰)

آئے میدان میں جس وقت کریم ابنِ کریم
دیکھ کر اُن کو ہراساں ہُوئے افواجِ غنیم
فوجِ دُشمن سے یہ فرمانے لگے فخرِ کلیمؑ!
میری حُجّت کو سُنو غور سے اے اَہلِ جحیم
جانتے ہو کہ محمّدؐ کا نواسا ہُوں مَیں!
اور مہمان و مُسافر ہُوں پیاسا ہُوں مَیں

نیکیاں دفن ہُوئیں پھُوٹ پڑی ہیں بدیاں
خیر و برکت کی جگہ آ گئے ظُلم و عُدواں
ذکرِ حق جاتا رہا جھُوٹ ہُوا وردِ زباں
طاقِ نسیاں پہ اُٹھا رکھتے ہیں عہد و پیماں
اَہلِ دُنیا میں مروّت نہ رواداری ہے
خُودستائی ہے نمائش ہے ریاکاری ہے

بُتیا کہتے ہیں خُدا کا بھی ہے سب اہلِ یہوُد
چاند سُورج کو سمجھتے ہیں مجُوسی معبُود
اور تثلیث کے قائل ہیں نصاریٰ و ہنوُد
تُم اگر سمجھو تو اِن سب سے ہو بڑھ کر مردُود

قتل کرتے ہو تُم اپنے ہی نبیؐ کی اولاد
اہلبیتِ نبویؐ سے ہے تمُہیں بُغض و عنادُ

مَیں ہوُں فرزندِ علیؑ فاطمہؑ کا نُورِ نظر
جانشینِ حسنؑ سبز قبا خستہ جگر
شافعِ روزِ جزا مالکِ حوضِ کوثر
مَیں ہوُں اِک پنجتنِ پاک کا زندہ مظہر

مَیں ہوُں مامُور مِن اللہ امامِ دوجہاں
حق نما ہادیٔ واوصافِ الٰہی کا نشاں

چند روزہ ہے یہ انساں کی بُود اور نمود
نقشِ باطل ہے سراپا جسے کہتے ہیں وجود
دارِ دُنیا ہے فریب اور ہے نیرنگِ شہود
حَیّ و قَیُّوم فقط ہے وہی ذاتِ معبود
ہے ہمیشہ سے خُدا اور رہے گا باقی
مے و مینا نہ رہیں گے نہ رہے گا ساقی
قوّت و دولت و حشمت کا یہ شہرا کب تک
سلطنت کا یہ فریب اور یہ چرچا کب تک
خُود ستائی و نمائش کا یہ دھوکا کب تک
اور اِس ہستیٔ فانی کا بھروسا کب تک
اُس پہ مرتے ہو نہیں جس کو دَوام اور قیام
واں کا سامان کرو تم جہاں رہنا ہے مُدام

یہ ہے انسان کی اس عمر کا دُنیا میں حساب
نصف راتوں میں گزر جاتی ہے در حالتِ خواب
نصف میں طفلی ہے کچھ اور ہے کچھ عہدِ شباب
آئی پیری تو ہوئے ہوش و حواس اسکے خراب

یہ ہے دُنیا کہ جب انساں یہاں جھیلے ہے
لختِ دل کھاتا ہے اور خونِ جگر پیتا ہے
عُمر کوتاہ مگر قصر بناتا ہے بلند
سینکڑوں کرتا ہے زینت کے وہ سامان پسند
کوئی پوچھے تو بھلا اس سے کہ اے دانش مند
تجھ کو رہنا تو ہے اس گھر میں فقط روزے چند
کس لئے کرتا ہمیشہ کے یہ سامان ہے تو
تجھ کو رہنا نہیں اس گھر میں کہ مہمان ہے تو

پوچھتا ہوں یہ بتا مجھ کو تو اے قومِ عدو
کیا بہائم کی نہیں چھوڑے گی تو خصلت و خو
اسی دنیا کے لئے میرا بہائے گی لہو
حیف صد حیف بریں حالِ زبونِ تو تفو
خونِ ناحق پہ کمربستہ و استادہ ہے تو
قتلِ بے کس و مظلوم کے آمادہ ہے تو

قتل کرتے ہو اسے جس کا ہے لشکر نہ سپاہ
ہیں حرم جس کے پھٹے خیموں میں با حالِ تباہ
بے کسی ساتھ غریب الوطنی ہے ہمراہ
میری تنہائی پہ انصار کے لاشے ہیں گواہ
میں اکیلا ہوں ہزاروں ہو مگر تم ملعوں!
رنگ لائے گا کسی روز یہ مظلوم کا خوں

تم مسلمان ہو کیا پڑھتے نہیں ہو قرآں

میرا شاہد ہے خدا اور خدا کا فرماں

دیکھ لو آیتیں قرآن کی اور اُن کا بیاں

حق نے دکھلائی ہے وا، آلِ نبیؐ کی کیا شاں

سورۂ دہر کو اور سورۂ احزاب پڑھو

اب بھی توبہ کرو اور قہرِ الٰہی سے ڈرو

فوجِ دشمن میں یہ لکھتے ہیں ہوا حشر بپا

انقلاب ایسا ہوا بعض نے سُن کر خطبا،

پھینک کر تیر و کماں گرز و تبر اور نیزا

ہو کے بے تاب یہ بے ساختہ چلّا کے کہا

اِس میں کچھ فرق نہیں ہے یہ محمدؐ کی زباں

لب و لہجہ بھی وہی ہے وہی اندازِ بیاں

عُمرِ سعد نے فوراً ہی کیا یہ اعلان
مُنحرِف ہوگا خلیفہ سے جو کوئی اِس آن
ہوگا گھر بار کا اُس کے جو متاع و ساماں
وہ کیا جائے گا سب ضبط یہ سُن لو فرماں
سنگسار ایسے سپاہی کو کیا جائے گا
انتقام اُس سے بغاوت کا لیا جائے گا
سُن کے اعلان ستمگر نہ رہے ہوش و حواس
دست و پا پھول گئے اور بڑھا نیک احساس
مانگنے آئے معافی عُمرِ سعد کے پاس
کہیں سمجھے نہ انھیں باغی یہی تھا وسواس
سب دلاتے تھے یقیں اپنی وفاداری کا
جوش دکھلاتے تھے وہ جنگ کی تیاری کا

عرضِ مناجات

دیکھ کر کوفیوں کا حال یہ کہتے تھے امام
تجھ پہ روشن ہے خدایا مری طاعت کا مقام
میں نے ہر طرح سے اِن پر کیا حجّت کو تمام
یہ بداندیش و ستم کیش ہیں اور نافرجام
تُو ہی فرما کہ تیرا حکم سناؤں کیونکر
ایسے بھٹکے ہوؤں کو راہ پہ لاؤں کیونکر

گر کے سجدے میں کیا عرض کہ ربّ العزّت
حدِ ادراک سے مافوق ہے تیری رِفعت
تجھ کو سب ادنیٰ و اعلیٰ پہ ہے دستِ قدرت
میں اکیلا ہوں اُدھر فوجِ عُدو کی کثرت
تُو رضامند ہو تو میں بھی اُٹھاؤں شمشیر
ورنہ خنجر کے تلے رکھ دُوں گلا بے تقصیر

★ حضرت کی اشقیا سے جنگ

یہ صدا آئی کہ شبیرؑ نہ گھبراؤ تم
مُنہ سے سمجھا چکے اب تیغ سے سمجھاؤ تم
شمہ اک قہرِ خدا کا انھیں دکھلاؤ تم
یہ مرا حکم ہے اس کو بھی بجا لاؤ تم
تاکہ سمجھیں کہ حسینؑ ان سے نہیں ہے مجبور
بلکہ ہے اُس کو فقط میری اطاعت منظور
سُن کے فرمانِ خدا اُٹھے امامِ دوسرا
اُس گھڑی آپ کے تیور تھے کہ تھا قہرِ خدا
ملکُ الموت جلو میں تھے لئے خطِّ قضا
آئے اس شانِ جلالی سے وہ سوئے اعدا
دیکھ کر آپ کو سب کانپ رہے تھے بے دیں
پسرِ شیرِ خدا آ گئے کہتے تھے لعیں

ہو کے تیار جو حضرت نے اُٹھائی تلوار
ایک پر دُوسری صف گرتی تھی مثلِ دیوار
روسیاہوں کے لئے کوئی نہ تھی راہِ فرار
ڈھیر لاشوں کے لگے اور سروں کے انبار

تیغ و تلوار کے خود کو جو سمجھتے تھے دھنی!
الاماں کہتے تھے بھُولے تھے وہ سب تیغ زنی

فوجِ دُشمن میں بپا تھی بس ایک قیامت برپا
الاماں وردِ زباں تھا یہی آتی تھی صدا

ہر طرف اہلِ جفا بھاگتے تھے بے سر و پا
اور کہتے تھے یہ تلوار ہے یا قہرِ خُدا

بھاگ جانے کا نہ رستہ تھا نہ تھی جائے پناہ
گھُٹ کے مر جاتے تھے اور مُنہ سے نکلتی تھی نہ آہ

حملے کرتے تھے اگر ان کے ہزاروں بے پیر
تو اِدھر اُن کے مقابل میں اکیلے شبیرؑ
جس گھڑی کھینچتے تھے میان سے اپنی شمشیر
اُس گھڑی تھی یہ شجاعانِ عرب کی تصویر
اِس طرح بھاگتے تھے فوجِ یزیدی کے دلیر
جس طرح بھیڑوں کے ریوڑ میں در آئے کوئی شیر
آئی آواز کہ اے میرے مُطیعِ فرماں
روک لے تیغ کہ ہے تجھ پہ عیاں رازِ نہاں
آ کہ آراستہ ہے تیرے لئے باغِ جناں
میزباں ہم ہیں ترے تو ہے ہمارا مہماں
درِ جنّت پہ کھڑے ہیں ترے آنے کے لِئے
اہلِ جنّت تجھے آنکھوں پہ بٹھانے کے لِئے

سن کے فرمانِ عُدارو کی لی فوراً شمشیر
بس اُسی وقت اکٹھے ہوئے سارے بے پیر
لے کے تیغ و تبر و گُرز و کماں نیزہ و تیر
کرتے مجروح تھے وہ سینۂ شاہِ دلگیر

جسم پر جتنے جراحات ہوئے جاتے تھے
حاصل اتنے ہی مقامات ہوئے جاتے تھے

سینکڑوں تیر تھے پیوستہ بدن کے اندر
گھوڑے نے جھک کے اُتارا جو زمیں کے اوپر
شکر کرتے ہوئے سر رکھ دیا پیشِ داور
کہا ظالم نے کہ سر کاٹ لے کوئی جا کر

شیر کے پاس نہ دہشت سے کوئی آتا تھا
خود بخود موت کے مُنہ میں نہ کوئی جاتا تھا

★ حضرت کی شہادت کا بیان

شمرِ ملعون مگر لے کے بہت سا انعام
ڈرتے ڈرتے وہ چلا آیا پسِ پشتِ امامؑ
دیکھا سجدے میں اُسی طرح سے ہیں شاہِ انامؑ
عبد و معبود میں جاری ہے پیام اور سلام
شکرِ انعامِ الٰہی کا ادا کرتے ہیں،
بخششِ اُمتِ احمدؐ کی دعا کرتے ہیں

شمر نے کاٹ لیا سر کو جب از طرفِ قفا
کہا ہاتف نے کہ لو آج ہوا وعدہ وفا
محوِ تسبیح ہوئے جن و ملک ارض و سماء
اہلِ جنت ہوئے مصروف بہ تہلیل و دعا
تھی قیامت کی گھڑی ارض و سما گھومتے تھے
جائے مقتل کو ہزاروں ہی ملک چومتے تھے

جانبِ مقتلِ شہ کرتے تھے قدسی پرواز
تھے جھکائے ہوئے کرّوبی سرِ عجز و نیاز
نوحہ خواں جملہ ملائک تھے بصد سوز و گداز
کہتے تھے ایسے بھی ہیں بندے ترے بندہ نواز
کہا ہاتف نے کہ فرماتا ہے یہ ربِّ جلیل
یہ وہ قربانی ہے جس کی نہیں ہوگی تمثیل
سارے حالاتِ شہادت ہیں نہایت دل سوز
اور ہیں پیر و جواں کے لئے وہ درس آموز
صاحبِ دل کے لئے جرأت و ہمت افروز
ذکر اِن کا جو مسلمان کرے گا شب و روز
وہ جری ہوگا شجاع اور دلاور ہوگا
بحرِ عرفانِ الٰہی کا شناور ہوگا

مجھ سے سُن لے یہ ذرا اہلِ بصیرت کوئی
صاحبِ دردِ دل و سوزِ محبّت کوئی
رتبہ دانِ روشِ اہلِ شجاعت کوئی
پھر وہ بتلائے کہ ایسی ہے شہادت کوئی
میرے اشعار حقیقت کی نظر سے دیکھے
دلِ پُر درد سے اور دیدۂ تر سے دیکھے
رنج اور کوہِ الم سر پہ اُٹھایا کس نے
حالتِ سجدہ میں سر اپنا کٹایا کس نے
نوکِ نیزہ پہ بھی قرآن سُنایا کس نے
حق کو روشن کیا باطل کو مٹایا کس نے
کون خنجر کے تلے شکرِ خدا کرتا تھا
کون آمرزشِ اُمت کی دُعا کرتا تھا

اپنا گھر بار رہِ حق میں لُٹایا کس نے
دین کے اُجڑے ہُوئے گھر کو بسایا کس نے
طورِ بگڑا ہُوا اُمت کا بنایا کس نے
اور قرآں کا سبق سب کو پڑھایا کس نے
چند پہروں میں کیا کس نے فدا سب گھر بار
بیٹے بھی بھانجے بھی بھائی بھی سارے انصار
پردہ غفلت کا پڑا تھا وہ ہٹایا کس نے
مُسلمِ خُفتہ کو سوتے سے جگایا کس نے
رُوحِ مُردہ کو مُسلماں کی جِلایا کس نے
سکّہ اسلام کا دُنیا پہ بٹھایا کس نے
ایسا زندہ کیا اسلام وہ پھر مر نہ سکا!
دینِ اسلام کی تکذیب کوئی کر نہ سکا

بچّوں کی لاشوں کے ٹکڑوں کو سنبھالا کس نے
کھینچا اکبرؑ کے کہو سینے سے بھالا کس نے
حلقِ بے شیر سے خود تیر نکالا کس نے
شجرِ دیں کو لہو دے کے یہ پالا کس نے

وہ کیا صبر کہ جس کی نہیں دُنیا میں مثال
اُس کی تشریح کرے کوئی یہ کس کی ہے مجال

رُکنِ ایماں کو دیا آکے سہارا کس نے
دیں کی ڈوبی ہُوئی کشتی کو اُبھارا کس نے
سمجھا ہر چیز سے اسلام کو پیارا کس نے
کیا ہر رنج و مُصیبت کو گوارا کس نے

اپنی قربانی سے کی اپنی شرافت روشن
اور اسلام کی دُنیا پہ صداقت روشن

شیشۂ اسلام کا ٹوٹا ہوا جوڑا کس نے
کفر و عصیاں کے طلسمات کو توڑا کس نے
فطرتِ خفتۂ انساں کو جھنجھوڑا کس نے
خدمتِ دیں کے لئے دُنیا کو چھوڑا کس نے

کس نے مُسلم کو دیا ہے یہ سبق جرأت کا
عزمِ راسخ کا اور ایثار کا اور ہمّت کا

حکمرانوں کی حکومت کو لتاڑا کس نے
اس طرح دیوِ تشدّد کو پچھاڑا کس نے
مارا یوں بیخِ یزیدی میں کلہاڑا کس نے
از سرِ نو علمِ اسلام کا گاڑا کس نے

قصرِ اسلام کو اس طرح کیا پائندہ
جس کے سائے تلے انسان رہیں گے زندہ

گوشِ دل سے سنیں اب اِس کو ذرا اہلِ شعور
سارے عالم سے مقدّم ہے محمدؐ کا نور
کچھ نہ ہوتا نہ اگر ہوتا محمدؐ کا ظہور!
آیا قرآں تو معطّل ہوئیں توریت و زبور

حق نے فرمایا ہے لولاک محمدؐ کیلئے
خلق فرمائے ہیں افلاک محمدؐ کے لئے

اِس لئے سارے مراتب ہوئے احمدؐ کو عطا
کہ وہ لائے تھے پئے ہر دو جہاں دینِ خدا
لانے والے کا خدا نے جو کیا یہ رتبا
مرتبہ اُس کا بھلا پیشِ خدا کیا ہوگا

جس نے گھر بار لُٹا کر ہے بچایا اس کو
اور پھر زندہ جاوید بنایا اُس کو

ہے یہ فطرت کا تقاضا جو کوئی ہو مغموم

اُس سے کرتے ہیں سب افسوس ہے سبکو معلوم

دوست کے رنج میں اظہارِ خوشی ہے مذموم

اِس سے ہو جاتی ہے آپس میں محبت معدوم

دوست کے غم میں جو خوش ہو وہ بھلا دوست کہاں

حق یہ ہے دوست کے غم میں وہ کرے آہ و فغاں

یہ مسلّم ہے کہ مقتول کے وارث ہر جا

روتے ہیں پیٹتے ہیں کرتے ہیں سب آہ و بکا

اور قاتل کے جو ہوتے ہیں عزیز دُرفقا

جرم کا اُس کے کیا کرتے ہیں سارے اخفا

کیوں نہ پھر روئیں شب و روز محبانِ حسینؑ

جبکہ اسلام کی گردن پہ ہو احسانِ حسینؑ

جان بازانِ سیاست کا کریں جو ماتم
حیف ہے منع کریں سوگِ شہیدِ اعظمؑ
چاہیئے مِل کے کریں حضرتِ شبیرؑ کا غم
جن سے بنیاد ہوئی دینِ خدا کی محکم!

شاملِ غم نہ ہو انسان یہ حجت کیا ہے
کیوں نہیں رونے شہیدوںؑ کو کدورت کیا ہے
تجھ سے اے قوم اب انصاف طلب ہے امداد
دین سے اپنے مسلمان ہی ہو کر آزاد

فرقہ بندی میں کریں اُس کو خراب اور برباد
کاش وہ سمجھیں کہ اقبالؔ کا یہ ہے ارشاد
"حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک"

مرثیہ گوئی کا امداد طریقہ تو نے
کرکے ایجاد سکھایا ہے سلیقہ تو نے
گلِ مضموں کا لگا کر یہ حدیقہ تو نے
حق سے حاصل کیا جنّت کا وثیقہ تو نے

یہ دعا ہے ترا چرچا سحر و شام رہے
اور سرکارِ حسینیؑ میں ترا نام رہے

اللھم صلّ علیٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ

# سلام

سلامی وقف ہوں میں ذکرِ کربلا کے لئے
غم و الم کے لئے ماتم و بُکا کے لئے

حسینؑ کر گئے ذبحِ عظیم کی تکمیل
کیا تھا وعدہ جو اللہ سے وفا کے لئے

ستم شعار و ستم کیش اور ستم ایجاد
یہ کربلا میں سمٹ آئے سب جفا کے لئے

سنان و خنجر و شمشیر و گرز و تیر و تبر
بنے تھے سارے یہ مظلوم کربلا کے لئے

ہزاروں ظلم و ستم پر بھی یہ قیامت تھی
کہ پانی بند تھا بے شیر و بے خطا کے لئے

نہ سر برہنہ جنھیں آفتاب نے دیکھا
وہ شہرِ کوفہ میں محتاج تھیں ردا کے لئے

جو دیکھا لاشۂ قاسم تو شہ نے فرمایا
یہ ہاتھ خوں کیلئے تھے کہ تھے حنا کے لئے

نہ ایسا دیکھا نہ ایسا سنا کوئی بیمار
کہ بھوکا پیاسا ہو محتاج ہو دوا کے لئے

کٹی ہے عمر شہیدوں کے ذکر میں امداد
دہن ہے وقفِ بقا اور زباں ثنا کیلئے

ہے ساٹھ سال سے یہ آرزو مرے مولا
بلالیں روضے پہ اپنے مجھے خدا کے لئے

قسم ہے اکبرِ ذی شان کی جوانی کی !
کہ جینا شاق ہے اس پیرِ بے نوا کیلئے

# ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) لاہور

## کے

# اغراض و مقاصد

۱:۔ دولتِ خداداد پاکستان کے استحکام کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا
۲:۔ اسلامی فرقوں اور جماعتوں میں اتحاد و اتفاق کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا
۳:۔ مسلمانوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنا اور انھیں صحیح اسلامیات یعنی تعلیماتِ حضرت خاتم الانبیاء و اہل بیت اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعارف کرنا
۴:۔ مسلمانوں کو شریعتِ مقدسہ اسلام پر عمل کرنے کی ترغیب دینا اور خود اس پر عمل کرنا
۵:۔ مذکورہ بالا مقاصد کو انجام دینے کے لئے نشر و اشاعت کے مناسب و مؤثر ذرائع اختیار کرنا

# مالی امداد

داخلہ، ایک روپیہ، چندہ رُکن کم از کم ۳/۱۲ روپے سالانہ، معاون کم از کم ۱۲ روپے سالانہ، لائف ممبر کم از کم ایک سو روپیہ یک مُشت،

ماہانہ رسالہ کے لئے غیر از ممبر عصہ سالانہ

کتب ذیل خرید کر ادارہ کی اعانت کریں۔

دلیل العرفان در تحقیق امام زمان عصہ ۔ نوائے اقبال، کلام اقبال کا خلاصہ ۸ر بنوامیہ ان کی تمام تاریخ ۸ر تحفۂ زوجین ۴ر رحمۃ للعالمین ۲ر مناظرۂ منٹگمری ۴ر مناظرہ معین الدین ۴ر زینت النساء ۴ر استیصال البدعہ ۲ر حیاتِ اسلام، عام سے ۴ر

نوٹ:۔ ارسال بذریعہ منی آرڈر کریں۔ اگر پیشگی قیمت بھیجیں تو سوائے پہلی اور آخری کتاب کے باقی ہر رسالہ کے لئے خرچ ڈاک ایک آنہ نہ بھیجیں۔

پتہ:۔ شیخ غیاث الدین مدیر ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور

## ملنے کا پتہ

★

شیخ غیاث الدین مدیر ادارہ معارف اسلام، فیروز پلیس
ڈبی بازار۔ لاہور

★

ڈاکٹر الطاف حسین مالک پنجاب پیپر سٹور، لاہور
کمپنٹ کروڈ

مطبوعہ
گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور۔